

پندرا فٹ
معارف میخ پر
MA'ARIF FEATURE

استاذ مدرسة ان: معمن فخر خان، سید سمیع اللہ حسینی، نوید نون - معاون مدیر: غیاث الدین

۷۵۹۵۰ - کراچی، اسلام، فیڈرل ٹاؤن، بلاک - ۵، ۳۵ نوئی -

www.irak.pk : irak.pk@gmail.com : ٠٩٢٣٦٧٨٥٤٣٦٣

Digitized by srujanika@gmail.com

[View Details](#) | [Edit](#) | [Delete](#)

عماں مشکلات کا شکار۔۔۔

سالی بحران

Robert Mogielnicki

کوششیں کر رہا ہے، لیکن اس کی مالیاتی صلاحیت بہت محدود ہو چکی ہے، عمان کے مرکزی بینک کے ذخیرے مجموعی طور پر ۷۴۰ ارعائشیاری ڈالر ہیں، جو ملک کے بڑھتے مالیاتی خسارے کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ملک کے ہرzel ریزرو فنڈ کے پاس کوئی ۱۸۰ ارعاب ڈالر کے اضافے موجود ہیں، عمان نے قرضوں کی ادائیگی کے لیے عالمی بینکوں کی خدمات بھی حاصل کی ہیں، جس کے ذریعے روایں برس ۲۰۰۰ ارعاب ڈالر میجھ ہونے کی امید ہے۔ عمان نے اب تک ”لیبو ٹکس“ نافذ نہیں کیا ہے، جو تمام خارجی مالک میں نافذ کرنے کا اعلان ہو چکا ہے۔ عمان اب تک بجٹ خسارہ پورا کرنے کے لیے تمباکو، شراب، انرجی ڈرکس اور سور پر ایکسائز ٹکس نافذ کر رچا ہے، جس سے ۴۰ ملین ڈالر کی اختیانی آمدی ہوگی، جو بجٹ خسارے کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ قرضے لینے کے علاوہ حکومت اضافے بھی فروخت کر سکتی ہے، لیکن اس سے معashi عدم استحکام کا تاثر ابھرے گا، کم جوالانی کو سلطان قابوس نے ۲۰ شاہی حکوم نے جاری کیے ہیں، جس میں یورپی سرمایہ کاری کے فروع کے لئے خصوصی قانون بھی شامل ہے۔

اندرونی صفحات پر:-

- روہنگیا بخراں
کشمیر جلد بنے گا ”بھارت کا افغانستان“!
مودی نے کشمیر بوق بیجا!
مودی کی حمایت بھارت کو لے ڈو بے گی!
چین، ایران اور کشمیر پر بھارت کے وعدے
مقفل کشمیر کے اندر
شام کے ناکام نداکرات
اردن۔ قطر سفارتی تعلقات کی بجائی؟
اردن۔ قطر سفارتی تعلقات کی بجائی؟
مصر میں قید خاندانوں کی غیر انسانی صورت حال

irak.pk

irak.pk هماری ویب گاہ دیکھو:

سیکورٹی خدشات

اواکرنے کی اجازت دی ہے۔ جس کی وجہ سے عمان کو خطے میں شامل کار و را کرنے کا موقع ملتا ہے، جیسا کہ یمن کے تازع میں دیکھتے ہیں بھی آیا۔ سعودی، امارتی بناک کی عمان کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی کلکے عام کوششیں ایک نئی خواجہ پالیسی اور معافی اتحاد کو حتم دے سکتی ہیں، جس سے عمان کا خطے میں شامل کار و را اور غیر جانبداری کی شہرت کم ہوتی جائے گی۔ خلیجی ممالک کی نظر میں عمان کو لاحق مالی، سیاسی اور سلامتی کے بحران کے ناظر میں خطے میں عمان کا غیر جانبدار ہنا طویل مدت فوائد کا باعث بن سکتا ہے۔ دیکھنا ہو گا عمان آنے والے برسوں میں ان جنوبوں سے کیسے نہٹا ہے، جس کے بعد ہی خطے کی صورت حال اور خلیجی عرب کے اہم کھلاڑیوں کے تعلقات میں عمان کے کار و را فیصلہ ہو گا۔ (ترجمہ: سید طالب اختر)

"Fiscal and security pressures highlight, and threaten, Oman's unique position in the region". (agswi.org). Jul 9, 2019)

لبقیہ: چین، ایران اور کشمیر پر بھارت کے وعدے
ملقات میں بھارت چین کو بتانے والا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کی خصوصی دیشیت دینے والی دفعہ ۲۰۱۳ کی وجہ سے ہی وہ لداخ خطے میں چین کے ساتھ صدری تازع کو سلمانہیں پارہا تھا۔ بھارتی سفارت کاروں کا ہبہ ہے کہ آئین کی دفعہ ۲۵۳ جو بھارتی حکومت کو خواجہ پالیسی اور غیر ممالک کے ساتھ معابدے، عہدنا میے بایثان پر دستخط کرنے کے لیے لامدد و اختیارات دیتی ہے، کا اطلاق جموں و کشمیر پر نہیں ہوتا ہے۔ جموں و کشمیر کی خصوصی دیشیت ختم ہونے کے بعد اب چونکہ بھارتی آئین کی بھی دفاتر کا اطلاق جموں و کشمیر پر ہوتا ہے، نیز لداخ اب برہ راست نئی ولی کے زیر انتظام ہے، اس لیے صدری تازعات کو سلمانا آسان ہو گیا ہے۔ چین کے سابق خصوصی نمائندے والی یونگو نے ایک دہائی قبل تجویز نہیں کی تھی کہ بھارت اگر لداخ کے علاقے میں اسکی چن کے دعوے سے دستبردار ہوتا ہے تو چین بھی شرق میں ارونا پال پر دلشیز پر اپنادعویٰ واپس لے سکتا ہے۔ اس کے عادہ بھارت گلگت وی پیک کے حوالے سے اپنے تحفظات کو بھی ختم کرنے پر تیار ہے، اگر چین کشمیر کے حوالے سے اپنی پوزیشن پر نظر ثانی کر کے پاکستان کو الگ تھلک کرنے میں بھارت کی مدد کرتا ہے۔ دیکھا ہے کہ پاکستان کی سفارت کاری اس موقع پر چین کو اپیان بننے سے کیسے روک پاتی ہے۔ چین کو بھی ۱۹۹۷ء کے واقعے سے سبق لے کر کسی ایسے وعدے کا اعتبار نہیں کرتا چاہیے، جو بعد میں فریب یا مراقب ثابت ہو۔

(مکالہ: روزنامہ "ان" کراچی۔ ۱۸ اگست ۲۰۱۹ء)

سلطان قابویں کی حکومت طویل عرصے سے ہائیڈر و کاربن سے حاصل آمدی کو ملکی تصادم روکنے اور وسیع الفر اسٹر کپر کی تعمیر پر خرچ کرتی ہے۔ ملک کے وزن ۲۰۱۹ء میں جیل پر انحصار کم کر کے دیگر شعبوں میں معافی ترقی کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ نئے سلطان کو بھی عدم استحکام کا شکار مشرق و سطی ملے گا، جہاں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور قطر کی نوجوان قیادت خطے کے حوالے سے اپنا ایجنڈا رکھتی ہے، جو اپنے ایجنڈے کی تحریک کے طویل مدتی اتحادی کا استقبال کرے گی۔ نئی عمانی قیادت کس طرح عالمی اتحادیوں کے ساتھ خود کو جوڑے گی، اس کے بعد ہی خلیج میں عمان کے مفرد کردار کے قائم رہنے کے بارے میں پچھہ کہا جاسکتا ہے۔ خلیج تعاون کو نسل کا مستقبل

uman نے بھی خلیج میں ایک منفرد و موقوع اپنائی ہے، جس کے تحت اس کے اپاں کے ساتھ گرم جوش تعلقات تامہ ہوئے۔ مثال کے طور پر ۲۰۱۰ء میں عمان نے ایران کے ساتھ دفاعی تعاون کا معاهدہ کیا، جس کے تحت اپریل ۲۰۱۹ء میں ملٹری کمیشن کا چھ روزہ اجلاس ہوا اور شتر کو جری متفقین کی لگی، دونوں ممالک نے مزید فوجی تعاون برقرار کے معاهدے پر دستخط کیے ہیں۔ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے عمان کو طویل عرصے تک خلیج تعاون کو نسل میں غیر جانبدار کردار

لبقیہ: کشمیر جلد بننے کا بھارت کا افغانستان!

اسلام آباد میں اس خیال کو تقویت مل رہی ہے کہ فی بے پی کی جا رہا ہے حکمت عملی کا لانا ائمہ میں نصان اخہلنا ہو گی کیونکہ مقامی کشمیریوں کی بغاوت میں ایک بار پھر جان آجی ہے کہ جسے زیر کرنا بہت ہی کھٹک ٹھابت ہو گا۔ اگر بھارت دھمکیوں نکل مدد و درہتائے یا پھر طاقت کا استعمال کرتا ہے تو پاکستان میں یہاں دم اعتماد موجود ہے کیا دہلی کو، اگر ضرورت پڑی تو قابل اعتماد میں رہما جانت سے بھی، بے اثر بنا سکتا ہے۔

بھارت کا ایک عرصے سے جاری کشمیر پر قبضہ ممکن ہے کہ جلد انداخت جنگ جیسی دلدوں میں بدل جائے گا، جو بھارت کی سلیخ فوج کا اعتماد توڑ کر کھو دے گا، سیاسی تقصیم ختم دے گی اور معیشت کو ٹوپ دے گی۔ ماشی کی کلوبیں طاقتوں کی ہی طرح بھارت پر عالمی عوامی بغاوت کے خلاف اپنی کمزور ہوئی جنگ بالآخر ہار جائے گا۔ اس نیکست میں ۲۰۱۰ء میں برس لگ کتے ہیں لیکن مشہور ہندو شکر کے پہاڑوں جیسے سخت عوام بالآخر ہندو بھارت کے سارے اجتماعی پسنوں کو نیت و نااوت کر دیں گے۔

مخصوص ائمہ اسلامیہ میں پاکستان کے فرید چکریہ ہیں۔

خطے کی سیکورٹی صورت حال کی وجہ سے عمان کو سرماہی کاری کا مرکز بنانے کی کوششوں کو دچکا لگ سکتا ہے۔ مگر میں فہریہ، اور جوں میں غلیچ میں پیشوں پر ہونے والے حملے عمان کے بہت ہی زندگی ہوئے۔ میری نام سیکورٹی خدشات نے صحاری بندر گاہ اور فریڈ روزنگلے روز کاربن اور نیپر کی میکل کے نئے پانچ کی تعمیر کا اعلان کیا گیا تھا، جس پر ڈھانی ارب ڈالر کی پروپریتی سرماہی کاری متوجہ تھی۔ عمان کا علاقہ منہدم دنیا کے اہم ترین سمندری تجارتی راستے تک رسائی فراہم کرتا ہے، لیکن اس علاقے کا خفر اپنی بھی عمانیوں کے لیے باعث تشویش ہے، کیوں کہ منہدم آبیائے ہر ہزار کے ساتھ واقع ہے اور مکمل طور پر عرب امارات کے علاقوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس علاقے کو نہ صرف آبیائے ہر ہزار پر تجارتی اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے بلکہ فوجی کارروائیوں کے لیے اسٹری میک اٹا بھی قائم کیا جاسکتا ہے۔ خلیجی ممالک پر طویل عرصے سے عمان کے اہم اسٹری میک علاقوں میں زمین کی خریداری کے ذریعے اثر و رسوخ بڑھانے کا الزام لگایا جاتا رہا ہے۔ ۲۰۱۷ء میں ابوظہری کے ایک میوزیم میں لگائے گئے نئے میں منہدم کو عرب امارات کا علاقہ دھکایا گیا ہے، جس سے تحدہ عرب امارات کے عز امام کا اٹھا رہتا ہے۔ ۲۰۱۸ء میں سلطان قابویں نے منہدم سیست عمان کے اسٹری میک علاقوں میں غیر ملکیوں کے زمین خریدنے پر پابندی عائد کر دی۔ عمان کے جنوبی علاقے ظفار کی سلامتی کو بھی شدید خطرات لاتا ہیں، ظفاریں کے سرحدی علاقے مہرہ کے ساتھ واقع ہے۔ سعودی عرب، تحدہ عرب امارات اور عمان کے درمیان جاری کشمکش میں قابوی تصادم اور عدم استحکام کی وجہ ہے۔ مہرہ قابوی کے درمیان بڑھتی ہوئی کشمکشیں اپنی بیسی میں لے سکتی ہے۔

رہنمای اطاعت

ویکی خلیج ریاستوں کے برعکس عمان میں کسی کو ولی عهد نامزد نہیں کیا گی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ سلطان قابویں نے مصط اور صلاحیت کے شاہی محلات میں اپنے جانشین کا نام بندگا فیں میں لکھ کر رکھ دیا ہے۔ بہت سے مبصرین کا کہنا ہے کہ شاہی خاندان کے افراد پر مشتمل کو نسل ہی اگلے سلطان کا فیصلہ کرے گی، لیکن بہاں بہت کچھ داؤ پر لگا ہے، مقامی سٹر پر عمان کو مسلسل بے روزگاری کے چیلنج کا سامنا ہے، ولد بینک کے مطابق نوجوانوں میں بے روزگاری کا تائب ۲۰۲۹ء فیصد ہے۔

روہنگیا بحران

میں اسلامی سول سو سائی تھنٹیں واٹل ہو چکی ہیں، جو خوراک اور تعلیم کے علاوہ صحت عامہ کے مسائل حل کرنے پر بھی بھرپور توجہ دے رہی ہیں۔ بنگالادیشی اسلامی گروپ، شمول حفاظت اسلامی جو شدید میں ملوث رہی ہے، ان پناہ گزین کیپوں میں ایک ہزار سے زائد مدارس قائم کر چکے ہیں۔ روہنگیا مسلمان عمومی طور پر اس پرند اور اعتدال پسند رہے ہیں۔ یہ صورت حال ان کے لیے انتہائی خطرناک ہے کیونکہ وہ اب انتہائی پسندی کی طرف جا سکتے ہیں اور صورت حال فلسطین یا شام جیسا رنگ بھی پکار سکتی ہے۔

علاقاتی سطح پر اس بحران کے حوالے سے میانمار پر سفارتی دہاکہ برائے نام ہے۔ جنوب شرقی آسیانی ممالک کی تھیم ”آسیان“، میں روہنگیا مسلمانوں کا مسئلہ علاقائی رائے عامہ کو تقسیم کرنے والے اشوز میں سرفہرست ہے۔ اب تک صرف ملائیشیا اور کسی حد تک ااغذیہ نیشنے یہ، بحران حل کرنے کے لیے سفارتی اقدامات کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ میانمار کو تھائی لینڈ، ویتنام اور فلپائن تک سے اس بحران پر حمایت حاصل ہوئی ہے۔

ملائیشیا نے روہنگیا مسلمانوں کو پناہ گزین کے طور پر قبول کرنے میں بھل سے کام نہیں لیا۔ ملائیشیا میں اس وقت رہنٹر ڈروہنگیا پناہ گزینوں کی تعداد ایک لاکھ ۲ ہزار ہے۔ ملائیشیا کی حکومت چاہتی ہے کہ ان پناہ گزینوں کو معیشت کا باضابطہ حصہ بنادیا جائے مگر اس حوالے سے ریاستی سطح پر شروع کیے جانے والے پروگراموں کو زیادہ کامیابی اس لیے حاصل نہیں ہو سکی کہ روہنگیا مسلمان ملائیشیا کے ذریعہ میں کام نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس شعبے میں اجرت بہت کم ہے۔

دی ارکان روہنگیا سالیڈریٹی ایسوی ایشن (ارسا) نے بنگالادیشی سر زمین پر واقع پناہ گزین کیپوں میں اپنا اثر و رونخ برہانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس نے اب تک اپنے ایجنسیے کے ۳۲ خالقین کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ اس سے وابستہ ہونے والے نوجوانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔

بنگالادیشی فوج نے اس کے خلاف کریک ڈاؤن کیا ہے، مگر یہ سب کچھ نہ دالنا ساختا۔ پناہ گزینوں کو ڈھنگ سے چلانے کے لیے بنگالادیشی حکومت کو بھی ایک ایسی تھیم درکار ہے جو باضابطہ ڈھانچا رکھتی ہو اور طاقت کا مظاہرہ کرنا بھی جانتی ہو۔ اب مشکل یہ ہے کہ اسی کسی بھی تھیم سے اپنے قلعے کا مرلا اعلان کرنا بنگالادیشی حکومت کو خاصاً مہنگا پر سکتا ہے کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں عالمی امداد کا بھاڑا کمزور پر سکتا

مدد حاصل ازام کو روہنگیا مسلمانوں کے خلاف ہوا دینا میانمار کی سیاست کا ایک اہم ہدرا ہے۔ روہنگیا مسلمانوں کی واپسی کے لیے میانمار کی حکومت نے بنگالادیشی حکومت سے بات چیت بھی کی ہے مگر اب تک ایک بھی روہنگیا مسلمان نے تحفظ کی باضابطہ قانونی خواتی اور کامل شہریت کے بغیر میانمار کی سر زمین پر دوبارہ قدم رکھنے سے صاف انکار کیا ہے۔ معاملات سختی دکھانی تھیں ورنہ رہے۔ میانمار کی حکومت نے نومبر ۲۰۱۸ء میں روہنگیا مسلمانوں کی واپسی سے متعلق وہ طرف معاهدے پر عمل کے معاملے میں تسلیم اور تاخیر سے کام لیا ہے اور دوسری طرف سرحد پر چوکی ہریدرہ ہادی گئی ہے۔

آسٹریلیا کے اسٹریٹجک پالیسی انسٹی ٹیوٹ نے سیلکاٹ کے ذریعے صورت حال کا جائزہ لے کر تیالا ہے کہ میانمار کی فوج روہنگیا مسلمانوں کے دیہات کو تباہ کرتی ہے۔ روہنگیا مسلمانوں کے خالی کیے ہوئے متعدد دیہات میں فوج اور پولیس کی چوکیاں اور دیگر تھیات قائم کرو گئی ہیں۔ چند ایک دیہات کو سلامت رہنے دیا گیا ہے اور ان میں وہی لوگ آباد ہوئے ہیں جنہیں آباد ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ تم بالائے قلم یہ کہ میانمار کے قانون کے تحت متروک زمین سے ملکیت حق قلم ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر روہنگیا مسلمان بنگالادیش سے واپس آبھی جائیں تو وہ اپنی ہی زمین پر آباد نہیں ہو سکیں گے۔

بنگالادیش میں قائم پناہ گزین کیپوں میں بھے ہوئے ۹ لاکھ سے زائد روہنگیا مسلمانوں کے لیے میں الاقوامی حمایت اور مدد میں کمی آتی جا رہی ہے۔ عالمی برادری اس طرف متوجہ نہیں۔ ۲۰۱۸ء میں پناہ گزینوں سے متعلق اقوام متعدد کیمیشن ان پناہ گزینوں کے لیے مطلوب حد تک فنڈنگ حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ یہ بحران عالمی برادری کے حوالے سے پس منظر میں جاتا جا رہا ہے۔ ۲۰۱۸ء میں جس قدر فنڈنگ چاہیے تھے ان کا ۲۹ فیصد تک حاصل ہوا کہ باقی بوجھ بنگالادیشی حکومت کو برداشت کرنا پڑا۔ اقوام متعدد نے ۲۰۱۹ء کے لیے ۴۲ کروڑ ڈالر کی اپیل کی ہے۔ روہنگیا مسلمانوں کے لیے قائم کیے گئے پناہ گزین کیپوں کی حالت ابتر ہے۔ صحت عالمہ کے حوالے سے چین میں اسکل میں بھی اقتدار پرست فوج کو رام کرنا انتہائی دشوار ہو گا۔ انتخابات کے موقع پر

Zachary Abuza

۲۰۱۸ء میں چند پولیس چوکیوں پر ایک چھوٹے مگر تربیت یافتہ مذاہجتی گروپ کے مملوں کے بعد میانمار کی فوج نے روہنگیا نسل کے مسلمانوں کے خلاف بھرپور کریک ڈاؤن شروع کیا۔ روہنگیا نسل کے مسلمانوں کو میانمار کی حکومت باضابطہ شہری تسلیم نہیں کرتی۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یہ بنگالی مسلمان ہیں۔ کریک ڈاؤن میں ۱۰ ہزار سے زائد روہنگیا مسلمان موت کے گھاٹ اتارے گے۔ ۸۰۰ دیہات کمکل تباہی سے دوچار کر دیے گئے اور کم و بیش ۸ لاکھ روہنگیا مسلمانوں کو قتل مکانی کر کے بنگالادیش کی سر زمین پر پناہ لیا چکا ہے۔ اس کریک ڈاؤن کو اقوام متعدد نے ”یکیتی سب کیس اف اسٹریٹجک کلینز گ“، قرار دیا ہے۔ حقائق خالش کرنے پر مامور ایک مشن نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ جو کچھ ہوا وہ میانمار کی حکومت کی طرف سے قتل عام کی میت کے ائمہار کا تجھے تھا۔

دو سال سے کم و بیش ۱۰ لاکھ روہنگیا مسلمان بنگالادیش میں پناہ گزین کیپوں سکن مکحود دیں۔ میں الاقوامی امداد کا گراف گرچا ہے، اس لیے بہت سے روہنگیا پناہ گزین اضافی آنھگوں کے ہمچلے لگ چکے ہیں۔ روہنگیا مسلمانوں کا بحران خطرناک ٹھکن اختیار کر چکا ہے۔ علاقائی سامتی کو خطرات لاتی ہیں۔ عام روہنگیا مسلمان تو خبر باہرست اور پُر سکون زندگی چاہتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مظاہنے والے بہت سے روہنگیا نوجوان غیر معمولی مذاہجت کے لیے تیار ہیں۔ اگر انہیں کہیں سے مدل جائے تو صورت حال میانمار اور بنگالادیش دونوں کے لیے انتہائی خطرناک ہو جائے گی۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ میانمار کو سفارتی سطح پر طویل غیر معمولی تھاکی اور پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اب یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ ملک میں جمہوریت کی بقاکے لیے جدوجہد کرنے والی آنگ سانگ سوچی بھی اپنی سیاسی و رہاثت کو داعی دار کرنے کے لیے تیار ہے۔ میانمار ایک بار پھر سفارتی اور سیاسی اعتبار سے چین کی طرف جھک رہا ہے۔ اگر میں الاقوامی دباؤ جا رہا تو میانمار کی اقتدار پرست فوج کو رام کرنا انتہائی دشوار ہو گا۔ انتخابات کے موقع پر

انہا پسند روہنگیائی مسلمانوں کو گرفتار بھی کیا گیا ہے۔ رواں سال جنگجوی اور ذہنیت کے حامل چار روہنگیائی مسلمانوں کو ملکیتی میں گرفتار کیا گیا ہے۔

میں دوسروہنگیائی، ایک ملکیتیں اور ایک اغذیہ نشین مسلمان کو گرفتار کیا گیا۔ یہ چاروں داعش سے بیعت تھے۔ انہوں نے تفریج مرکز کے علاوہ ہندو، عیسیٰ اور بدھ مت معابد کو تباہ کرنے اور کوالاپور میں میانمار کے سفارت خانے کو یہ سے اٹانے کا عہد کیا تھا۔ علاوہ ازیں وہ چند بڑے سیاسی قتل بھی کرنا چاہتے تھے۔

جون میں ملکیتیں پولیس نے ایک روہنگیائی مسلمان اور داعش کے ایک رکن کو گرفتار کیا۔ ان دونوں نے موشی ملید یا پر اپ لوڈ کے جانے والے ایک پیغام میں بگلا دیش کی وزیر اعظم شیخ حسین واجد تو قل کرنے کا اعلان کیا تھا۔ ملکیتیا کی ریاست کیداہ سے تعلق رکھنے والے ایک امام کو بھی گرفتار کیا گیا۔ اس ریاست میں روہنگیائی پناہ گزینوں کی بڑی تعداد آباد ہے۔ ملکیتیا کے وزیر دفاع مات صابو نے بھی خدا شرط پاہر کیا ہے کہ یہ بھر ان اگر مزید زور پکڑے گا تو روہنگیائی مسلمانوں کو خود کش بمباء کے طور پر اور دیگر عیشیتوں میں استعمال کرنے کا خطرہ پڑھ جائے گا۔

ملکیتیا میں روہنگیائی سول سو سائی اور انہجنوں نے عام روہنگیائی مسلمانوں میں انقلابی جذبات کی روک تھام کے لیے بہت کام کیا ہے۔ انہوں نے عام روہنگیائی مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے اس پسندی کی طرف لانے کی کوشش کی ہے کہ جنگجویانہ ذہنیت کے مظاہرے سے ملکیتیا میں آباد تمام روہنگیائی مسلمانوں کے لیے بہت سی مشکلات پیدا ہوں گی اور تحریت کرنے والوں کے لیے بھی اضافی مسائل پیدا ہوں گے۔ اس حوالے سے کام کرنے والے ایک ملکیتیں سرکاری افسر نے بتایا کہ روہنگیائی مسلمان اس بات کو گھستے ہیں کہ ملکیتیا نے ان کے معاملے میں غیر معمولی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان میں شفتم مراہی برائے نام ہے کیونکہ ماضی میں انہوں نے بہت کچھ سہا ہے۔ یہ ذہنیت اُن کے مسائل میں صرف اضافہ کرے گی۔ مگر خیر، ہمیں یہ بات نہیں بھائی چاہیے کہ انقلابی ذہن رکھنے والے بہت چھوٹی تعداد میں درکار ہوتے ہیں۔ ایک سرکاری افسر کا کہنا ہے کہ پورا اکو سٹم م موجود ہے، میں ٹو گر کی دیر ہے۔

(ترجمہ: محمد احمد خان)
"The security challenges of the intractable Rohingya crisis". ("warontherocks.com". July 31, 2019)

مسلمانوں میں انقلابی جذبات کو بھڑکانے والے عوامل تو ہم ہیں۔ اگر اس جمیں تنظیم زیادہ کامیاب نہ بھی ہوں تو میں الاقوامی سٹھ پر کام کرنے والے انہا پسند گروپوں کی طرف سے روہنگیائی نسل کے مسلمانوں اور بالخصوص نوجوانوں کو مختلف مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہدا ہے۔

ارسانے القاعدہ یا داعش جیسے گروپوں سے کسی بھی نوع کی مدد پانے کا انکار کیا ہے۔ پہلے اس گروپ کا نام حکمت یا ملکیتیں تھا۔ یہ اعتماد پسندی کا دعویٰ کرتی رہی ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پناہ گزین کیپوں میں اس

پناہ گزین کیپوں میں غیر معمولی اثر و سوچ رکھنے کی صورت میں اس کے توہرے ہو گئے ہیں۔ ایک طرف وہ عالمی برادری سے ملنے والے فنڈ نک رسانی پانے میں کامیاب ہوئے ہے اور دوسری طرف دنیا بھر میں پھیلے ہوئے روہنگیائی مسلمانوں سے بھی "عطیات" وصول کرنے میں کامیاب رہی ہے۔ ملکیتیا میں آباد روہنگیائی مسلمانوں سے اس تنظیم نے ۴۰ ہزار اور اس حکم کی بندیا پر بنوئے کہ بگلا دیش سر زمین پر قائم کیپوں میں ان کے رشتہ داروں کو کچھ ہو سکتا ہے۔ ملکیتیا کی ایک پرانی میں انداد و دشت گردی کے سربراہ نے بتایا کہ ملکیتیا میں بہت سے روہنگیائی مسلمانوں کو ہمکیاں دی جاتی ہیں، جس کے باعث وہ بحثہ دینے پر مجبور ہیں۔ میانمار کی ریاست رکھائیں میں اب بھی اُن کے اہل خانہ ہیں اور اس کے ارکان انسنیں انتصان پہنچانے کی دھمکی دے کر وصولی کرتے ہیں۔

ارسانے القاعدہ دینی سے انتہی یوں میں کھل کر کہا تھا کہ "جیسے ہی ہم میانمار کی حکومت پر حملہ کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے، جسے ضرور کریں گے۔" بھارت میں بھی القاعدہ کے چند ارکان پکارے گئے ہیں، جن کے بارے میں ہے کہ وہ روہنگیائی مسلمانوں کو حملوں کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ داعش کے لیے رابوکر الغد اوی نے جولائی ۲۰۱۷ کی تقریب میں روہنگیائی مسلمانوں کا حوالہ دیا تھا، تاہم اُس کے بعد سے اُس نے کچھ نہیں کہا۔

اسلام کو خطرے میں تاکر نوجوانوں کو بھرتی کرنا ہیں الاقوامی سٹھ پر کام کرنے والے انہا پسند گروپوں کا ویہ رہا ہے۔ ایسے میں روہنگیائی مسلمانوں کے لیے محاذیت کے معاملے میں بیم دلانہ رویے کا اظہار حیرت انگیز ہے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عرب دنیا سے اہم نے رکھنے والے بہت چھوٹی تعداد میں درکار ہوتے ہیں۔ ایک ملکیتیا اور اکو سٹم م موجود ہے، میں ٹو گر کی دیر ہے۔

ازادہ کیا بھی تو ایسا محض موقع پر تی کی بندیا پر کیا ہو گا۔ ملکیتیا اور دیگر ممالک میں انقلابی نظریات رکھنے والے ہے کہ انسانی اسکلتیت نیٹ ورک ڈٹ کر کام کر رہے ہیں۔ اس سے لائق نظرات اگرچہ کم ہیں مگر روہنگیائی

کشمیر جلد بنے گا ”بھارت کا افغانستان“!

منیر اکرم

کرنے کے لیے صرف ایک ہی موضوع رہ گیا ہے، یعنی پاکستان کے نزدیک شہر بھارت کو لوٹایا جائے۔

اس کے علاوہ بھارتی حکومت کشمیر پول سے بھی

جب جدید بھارت کی تاریخ لکھی جائے گی تو اس میں یہ ضرور شامل ہو گا کہ ہندو بھارت کے سامراجی مقاصد و ادبی کشمیر میں خاکستر ہو گے۔ افغانستان کو اگر مسلمانوں کا قبرستان کہا جاتا ہے تو غلط نہیں۔ ۱۹۴۷ء میں گرامریکا اب بھی دہلی اپنی طویل ترین جنگ لانے میں مصروف ہے۔ مقبوضہ جموں و کشمیر میں جنگ لڑاتے بھارت کو میر برس بیٹ پچے ہیں۔ اس جنگ کو لادکہ بھارتی فوجی لاتے چل آزادی کو تیز کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے۔

کشمیری آبادیاتی ساخت تبدیل کر کے خود ساختہ آخری حل، جھوپنے کے بھارتی حصہ پارٹی (بی جے پی) کے فاش پلان کے نتیجے میں انسانی حقوق اور انسانیت پسند قوانین کی علیین خلاف ورزیاں ہوں گی جبکہ اس سے مقبوضہ کشمیر میں نسل کشی کی راہ بھی ہمارا ہو سکتی ہے۔

ہندوؤں کے ہنڑوں کی جانب سے قتل عام اور نسل کشی کی جانے سے بھارت عالمی اچھوت بن جائے گا، بھارت کا سماجی ڈھانچا تاریخ ہو جائے گا اور اس کی کشمیر پر جائز بھی کمزور پڑ جائے گی۔

تیری بات، بھارت کا تکبر اور روشنی، ہندو نسل پرستی اور کشمیری عوام پر ڈھانے جانے والے ظلم جیسے عناصر نے پاکستان کو ایک خوفزدہ دوست سے کشمیری جدوجہد آزادی کے ایک بہادر ساختی میں تبدیل کر دیا ہے۔

کشمیر ایک بار پھر پاکستان کے لیے اہم ترین مسئلہ قرار دیئے گئے تھے ایسا کیا گیا تھا، جن پر کشمیر کے مہاراہنے وادی کا الحاق کرنا چاہا۔ اس شق کے خاتمے سے بھارت نے اپنا وطنی جواز بھی گواہیا ہے جس کے مل نوئے پر وہ جموں و کشمیر پر اپنے قبضے کو جائز قرار دیتا تھا۔ اب خود بھارت کے اپنے قانونی پیاناوں کے مطابق کشمیر پر قبضہ غاصبانہ اور بلا جواز ہے۔

دوسری بات، مودی حکومت نے اس تاریخ کے پڑاں اور مدد کریک ڈاون سے پاکستانی حکومت پر کشمیری جدوجہد آزادی کی حمایت کرنے کے لیے مقامی دباؤ اب پہلے سے زیادہ بڑھ جائے گا اور اس قسم کی مدد ہر طرح سے جائز ہو گی۔

سلامتی کوشل کی قراردادے (۱۹۴۸ء) اور اس کے بعد کی دیگر قراردادوں میں جزوئے غیر جانبدارانہ استصواب رائے شماری کے اصول سے جموں و کشمیر کے عوام کے حق خود

ارادہت کی قانونی حیثیت ظاہر ہوتی ہے۔

اقوام متحده کی جنرل اسٹبلی اپنی قرارداد ۲۱۴۹ء (۱۹۷۰ء) اور دیگر کئی قراردادوں کے ذریعے بارہا گلوٹن اور یہ ورنی غلبے کی رویں رہنے والے لوگوں کی جدوجہد کی جائز حیثیت کی تو شیش کر جکی ہے۔

قراردادوں کے مطابق انہیں خود ارادہت کا حقدار تسلیم کیا جاتا ہے اور اس حق کے تحفظ کے لیے منسلک جدوجہد سیاست ہر دنیا بسکن کو برداشت کار لایا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں، یہ قراردادوں ایسے لوگوں کے حق خود ارادہت کے اپنے جائز استعمال کی خاطر ہر قسم کی اخلاقی اور مادی مدد کا مطالباً اور اسے حاصل کرنے کے حق کو بھی تسلیم کرتی ہے۔

چاہے پاکستان کشمیری جدوجہد آزادی میں مدد کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، لیکن بھارت ہر صورت پاکستان پر سرحد پر وہشت گردی کا الزام لگائے گا اور طاقت کے استعمال سے ڈرائے گیا پھر فضائی حملوں یا فوجی چڑھائیوں کی کوششیں کرے گا۔

دنیا اس بات سے آگاہ ہے کہ پاک بھارت تباہ ع ایک جاہ کن جنگ میں بدل سکتا ہے اور صورتحال ایسی ہتھیاروں کی نیچ سکن پہنچ سکتی ہے۔ اس نظرے کو تالے کے لیے سلامتی کوشل کے اراکین، دیگر یا عیسیٰ اور عالمی ادارے ایسے تمام اقدامات اخالنے کی بھرپور کوشش کریں گے، جن سے صورتحال کو میری بگرنے سے روکا جاسکے۔

اقوام متحده اور دنیا کی اہم طائفیں بھارت کو اپنا فیصلہ واپس لینے اور پاکستان و کشمیر عوام کے ساتھ کامیاب امن عمل کے لیے آمادہ کرنے کی بھرپور کوشش کریں گی۔

لیکن مودی اقتدار کے نئے میں پھور ہے۔ وہ اور ان کے حلے آرائیں ایس (امیت شاہ، اجیت ڈول و دیگر) کو اس بات پر بیکن ہو چلا ہے کہ کشمیر پول کا استھان اور پاکستان کی جانب جا رہیت ہی بھارت کے اندر کامیابی کا سخت ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لوگ اشتغال انگریزی سے باز آنے اور مذاکرات کی میری پر آنے کے مطابقات کو تکرار دیں گے۔

جس کے بعد عالمی بر اوری کی توجہ شاپیر آسان راستہ لینے کی جانب بیکن پاکستان کو کشمیری جدوجہد آزادی میں مدد سے ہازر رکھنے اور مقبوضہ جموں و کشمیر میں بھارت کی مسلط کر دہ محققتوں کو تسلیم کرنے پر باداً لئے پر مدد و مول ہو جائے۔

تاہم، پاکستان کی گزشتہ کھوتوں کے رکھ میں موجودہ پاکستانی قیادت اس قسم کے باداً کے آگے بحکمت نہیں مانے گی۔

باقی صفحہ نمبر ۲

وزیر اعظم بیان میں بیان یا ہو میں کوئی فرق نہیں گو کرے ۱۹۶۲ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جن فلسطینی علاقوں پر اسرائیل افواج لے قبضہ کیا تھا اُنہیں اسرائیل میں بیان یا ہو کے پیش روؤں نے شامل کیا تھا۔

شہزادہ مرٹل اور شیخ حسن پنگ سے ملی

بھارت کے وزیر اعظم کو شہزادہ امریکی صدر و فلڈ ٹرمپ سے ملن ہے، جنہوں نے اروان سے بعثت ہوئے شرقی بیت المقدس اور شام سے عجیب ہوئی گولان کی پہاڑیوں کو اسرائیل کا باضابطہ حصہ بنانے کے عمل کی تویش کی اور یوں غرب اروان میں اسرائیلی سیتوں کے قیام کو بھی قانونی طور پر درست تسلیم کر دیا۔ جنین کے صوبے سنگیا نگ میں ترک نسل کے مسلمانوں پر غیر معقول مظالم ڈھانے کے گئے ہیں اور انہیں بہت سے بیانی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے مگر اسلامی دنیا بالکل خاموش ہے۔ یوں حالیہ مناقشوں سے مشتعل کے معاملے میں امریکا کے صدر و فلڈ ٹرمپ، بھارت کے وزیر اعظم زیریور مودی اور اسرائیل کے وزیر اعظم بیان میں بیان یا ہونے والہ کو دیا ہے کہ وہ سفارت کاری کے ساتھ تھوڑی ریاست کے اُس تصور کو بھی بالائے طاقت رکھیں گے، جو ۱۹۸۴ء کے ویسٹ فلیا معاہدے میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ تمام رہنماؤں، قیمتی، نسلی، نژادی اور بیانی انسانی حقوق کو نظر انداز کرنے کے حوالے سے شانہ بثانہ کھڑے ہیں۔

نیا عالمی نظام

یہ تمام قائدین اس وقت تھوڑا بہت فخر اس بات پر محسوس کر سکتے ہیں کہ انہوں نے کسی بھی سطح پر جوابدہ سے بہت بلند ہو کرنے والی نظام کے ڈھانچے پر جھوڑا۔ یہ اس مدد مدد دیا ہے۔ زیریور مودی کا کہنا ہے کہ کشمیریوں کے حق خود ارادہت کو یک طرف طور پر ختم کر کے انہوں نے ایک پرانا انتظامی و صدر پورا کیا ہے۔

توسیع پسندی کشمیر میں ہو، سنگیا نگ میں یا پھر مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں ان سے قبل المیعاد اور طویل المیعاد بیانی پر تشدید کی راہ ہموار ہوتی ہے، عوام میں بہت بڑے پیارے پر انتظار اب جنم لیتا ہے، جس سے بہت کچھ ہو سکتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسی توسیع پسندی سے پاکستان اور بھارت جیسے ممالک کے درمیان جو ہری جنگ کے خطرے کا گراف بہت بلند ہو جاتا ہے۔ (ترجمہ: محمد ابیم خان)

"Modi seizes Kashmir".

("The Globalist". August 15, 2019)

مودی نے کشمیر دبوچ لیا!

James M. Dorsey

علاقہ قرار دیا تھا۔ میڈیا کے بھارتی اداروں نے رائے عامہ کے جن چاروں کا اعتماد کیا ہے اُن میں دو تھائی سے زائد کشمیریوں نے آزادی کی خواہش کا اٹھا کر کیا ہے۔

مودی نے اندازہ لگایا تھا کہ انہیں پندرہ روؤں کے جملوں کا سامنا کرنے والے بھارتی مسلمان جمouوں کشمیر کے حوالے سے اُن کے اقدام کو مسترد کر دیں گے۔ مودی نے جمouوں و کشمیریوں میں دس ہزار اضافی فوجی تیارات کیے، سیاسی قائدین کو پاندہ سالسلہ کیا، سیاحوں اور رازیین کو وادی سے نکل جانے کا حکم دیا، تعلیمی ادارے بند کیے اور فون سروں اور امنیتی دونوں پر پابندی عائد کر دی۔

۱۹۵۳ء میں جب کے بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہروں کے الفاظ پر غور کرنا ہو گا۔ انہوں نے کہا تھا، "کشمیر بھارت کی جا گیر ہے نہ پاکستان کی۔ یہ تو کشمیریوں کا ہے۔ جب جمouوں و پیشکش بھارت نے یکسر مسترد کر دی تھی۔

بھارت کو امریکا اور طالبان کے درمیان مذاکرات بھی ایک آنکھیں بھائے ہیں۔ بھارت جانتا ہے کہ ان مذاکرات کے نتیجے میں امریکی افواج افغانستان سے نکل جائیں گی اور اقتدار مکمل طور پر طالبان کے ہاتھ میں آجائے گا۔ ایسا ہو تو افغانستان میں پاکستان کی پوزیشن ایک بار پھر مخلوم ہو جائے گی اور بھارت کے لیے مشکلات بیہاد ہوں گی، جو وہاں اچھی خاصی سرمایہ کاری کر چکا ہے۔

ہندو قوم پرستی پنڈت جواہر لعل نہرو نے عظمت کا تصور بھارتی قوم پرستی سے وابستہ کیا تھا۔ زیریور مودی نے عظمت کو نئے سیاق و سماق میں پیش کرنے کے لیے اسے ہندو قوم پرستی سے نجھی کر دیا ہے۔ اُن کے پیش روؤں نے کشمیر کے حوالے سے جو قانونی، سیاسی اور اخلاقی کم متشق کی تھیں انہیں پیش کر ایک طرف رکھ دیا گیا ہے۔

مودی کا شمار اُن سیاسی قائدین میں ہوتا ہے، جو اپنے ملک کی محدودوں کی تاریخی سیاق و سماق میں بیان کرتے ہیں۔ وہجا ہے بیان کی تاریخی سیاق و سماق میں بیان کر دیتے ہیں۔ ملک کی محدودوں کی تاریخی سیاق و سماق میں بیان کر دیتے ہیں۔

زیریور مودی نے جو کچھ کیا اُس کے عوایق کا انہیں بھی خوب اندازہ تھا۔ انہوں نے جمouوں و کشمیر کی آئینی حیثیت تبدیل کر کے دراصل سے آگ سے کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ سابق امریکی صدر میں کاشنن نے کشمیر کو دنیا کا خطرناک ترین

مودی کی حماقت بھارت کو لے ڈو بے گی!

آصف شاہد

کر سکتے ہیں۔ انہی اختیارات کے تحت اس سال جنوری میں ناگالینڈ کے وزیر اعلیٰ نے مرکز کو لکھا تھا کہ سیزرن شپ ایکٹ ۱۹۵۵ء میں تمیم ناگالینڈ پر لا گئیں ہو سکتی۔

دفعہ ۱۷۳ (ب) آسام

دفعہ ۱۷۳ (ب) آسام کے لیے ہے۔ اس آرٹیکل کے تحت بھارتی صدر آسام کے گورنر کو قابلی علاقوں سے منتخب قانون ساز اسٹبلی کے ارکان کی مکمل تکمیل کرنے کا اختیار دے سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بھارتی آئین میں ۱۹۶۹ء میں شامل کی گئی وغیرہ (۱۴) میں ہے، جس کے تحت آسام کو خود مختار کشور کے قیام کا حق دیا گیا۔

دفعہ ۱۷۳ (سی) منی پور

دفعہ ۱۷۳ (سی) منی پور کے لیے ہے، جس کے تحت پہاڑی علاقوں میں منتخب قابلی ارکان پر مشتمل مل ایریا کمیٹی تکمیل دی جاسکتی ہے۔

دفعہ ۱۷۳ (ڈی) اور (ای) آندھرا پردیش

دفعہ ۱۷۳ (ڈی) اور (ای) آندھرا پردیش کے لیے ہیں، جس سے ریاست کا درجہ چھین لیا گیا بلکہ ۵ مارچ تک اصولی طور پر بھارت میں ۲۹ ریاستیں تھیں لیکن دفعہ ۱۷۳ میں شامل ہیں۔ اسی دفعہ

دفعہ ۱۷۳ (ایف) سکم

دفعہ ۱۷۳ (ایف) سکم کے لیے تکمیل دیا گیا۔ اسی دفعہ کے تحت سکم ۱۹۷۵ء میں بھارتی ریاست بنی۔ اس دفعہ کے تحت سکم میں ہر ۷ سال بعد انتخابات ہونا تھے جو آج تک نہیں ہو پائے اور معاملہ بعدالت میں نہیں ہے۔

دفعہ ۱۷۳ (جی) میزورام

دفعہ ۱۷۳ (جی) کے تحت ۱۹۸۲ء میں میزورام ریاست بنی۔ میزورام کی طرح میزورام کو بھی مقامی رسوم و رواج اور مذہبی اعتبار سے اختیارات حاصل ہیں اور ان میں تبدیلی کے لیے مقامی اسٹبلی کی مظہوری ضروری ہے۔

دفعہ ۱۷۳ (ائج) اروناچل پردیش

دفعہ ۱۷۳ (ائج) اروناچل پردیش کے لیے قبل عمل ہے، جس کے تحت گورنر امن و امان کے معاملے پر وزیر اعلیٰ کے فیصلے کو معمل کر سکتا ہے۔

دفعہ ۱۷۳ (اٹی) گوا

دفعہ ۱۷۳ (اٹی) کے تحت گوا کی ریاست زمین کی ملکیت بخیر دفروخت کے متعلق اپنے قوانین بنانے کا اختیار رکھتی ہے۔

متبوضہ جموں و کشمیر کے حوالے سے صدارتی فرمان کے اجرا اور بھارتی پارلیمنٹ میں ری آر گائز پیش آف کشمیر میں پیش کیے جانے پر ۵ مارچ کو بھارتی جمہوریت کا سیاہ ترین دن قرار دیا جا رہا ہے۔ میں بھی اسے بھارتی جمہوریت کے لیے سیاہ ترین دن سمجھتا ہوں لیکن اس کی واحد وجہ کشمیر کے ساتھ کی گئی تاریخی زیادتی اور جبر تو جو بھی فتویٰ لگانے سے پہلے پوری بات سمجھ لیا۔ ضروری ہے کہ

بھارت کے لیے سیاہ ترین دن ہونے کی مزید وجوہات کیا ہیں؟

کشمیر کے ساتھ تاریخی زیادتی اور جبر تو ۷۰ سال سے جا رہی ہے لیکن تازہ اقدامات سے تو مودی حکومت نے

بھارتیوں کا بھارتی آئین پر اعتمادی تھم کر دیا ہے۔

متبوضہ جموں و کشمیر واحد ریاست نہیں تھی، جس سے ریاست کا درجہ چھین لیا گیا بلکہ ۵ مارچ تک اصولی طور پر

بھارت میں ۲۹ ریاستیں تھیں لیکن دفعہ ۱۷۳ میں بھارتی مودی حکومت نے جو سلوک اور برداشت کر رہا ہے اس کے بعد ان ۲۸ ریاستوں کے خذلان اور تحفظات میں اضافہ ہو گیا ہے۔

یہ خذلان اور تحفظات بھارتی یونین میں نفاذ کا ایسا بیچ بوئیں گے جس پر پچھتا نہ کا فائدہ نہیں ہو گا۔

متبوضہ جموں و کشمیر خصوصی درجہ رکھنے والی واحد ریاست نہیں بلکہ دفعہ ۱۷۳ کے علاوہ بھارتی آئین میں دفعہ ۱۷۳ بھی ہے جس کی ۱۹۷۱ءیں تھیں ہیں جو دیگر ۲۸ ریاستوں اور علاقوں کو

خصوصی درجہ فراہم کرتی ہیں۔ وہ ریاستیں کون سی ہیں اور ان کے کیا حقوق ہیں آئیے جانے ہیں۔

دفعہ ۱۷۳ (اے) ناگالینڈ

دفعہ ۱۷۳ (اے) ناگالینڈ کو خصوصی اختیارات دیتا ہے۔ ناگالینڈ ریاست اپنے مذہبی و مقامی رسوم و رواج کے

مطابق انتظامی و قانونی مکملیزم بنائی ہے۔ ناگالینڈ ریاست کے شہری اپنے مقامی رسوم و رواج کے مطابق زمین کے مالک ہو سکتے ہیں اور انہی رسوم و رواج کے مطابق ملکیت منتقل

دفعہ ۱۷۳ (جے) حیدر آباد اور کرناٹک
دفعہ ۱۷۳ (جے) کے تحت حیدر آباد اور کرناٹک کے ۲ پہمانہ اہلائی اسٹبلی ترقیاتی بورڈ بنائے ہیں، اور ان کے لیے ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں کوئی تخفیض ہے۔

دفعہ ۱۷۳ (اے) سے ۱۷۳ (جی) تک تمام آرٹیکلز میں واضح ہے کہ ان میں تمیم کے لیے متعلق ریاستی اسٹبلی کی مظہوری ضروری ہے۔ ایسا ہی ۱۷۳ میں لکھا تھا، لیکن مودی حکومت نے ریاستی اسٹبلی کی مظہوری ضروری نہ سمجھی بلکہ اس کے لیے محظوظہ مفتی کی حکومت کو برف طرف کر کے گورنر راج پہلے ہی لگادیا گیا تھا تاکہ نہ اسٹبلی رہے اور نہ مظہوری کی ضرورت پڑے۔
مقبوضہ جموں و کشمیر کے ساتھ ہونے والے سلوک پر ان ریاستوں کے ساتھ ساتھ بھارت کی دیگر ریاستوں میں بھی آواز ضرور اٹھے گی۔ اس کا ثبوت راجہہ سجا میں ری آر گائز پیش آف کشمیر پر ہونے والی بحث ہے۔

کاٹکریں کے رہنماء اور راجہہ سجا اور (ایم ڈی ایم کے) کے سربراہ واٹکونے کہا کہ آج فسوشاں دن ہے کہ تم نے (بھارت نے) کشمیر پیوں کے ساتھ پاپاون دھڑیا۔
سابق وزیر داخلہ اور خزانہ پی چدمبرم نے کہا کہ آج حکومت نے تاریخی مغلی کی ہے اور جماری اگلی نسل کو احساس ہو گا کہ اس ایوان نے یہ کیا کر دیا۔

اب جہاں تک بات رہی کشمیر اور دفعہ ۱۷۳ کی تو مودی حکومت نے بھارتی موقوف پر خود اپنی کلامی ایجاد کیا۔ دفعہ ۱۷۳ ختم کر کے مودی نے بھارت کے ساتھ کشمیر کا جھوٹا سچا الحاق بھی سرے سے ختم کر دیا۔ یوں ۵ مارچ کو بھارت کے ساتھ اگر کشمیر کا کوئی الائق تھا تو وہ بھی کا العدم ہو گیا ہے۔ اس الحاق اور دفعہ ۱۷۳ کا تعلق سروپا کہانی نہیں، تاریخی تھاں ہیں۔

کشمیر بر صیر کے وقت تحدہ ہندوستان میں وطوط طرح کے علاقوں تھے، ایک برٹش ائٹھیا، جس پر براؤ راست بر طانوی کنٹرول تھا۔ دوسرا ہے وہ علاقے جن پر راجہہ، مہاراجہ جے اور نظام حکومت کرتے تھے لیکن تخت بر طانی کے باج گزار تھے۔ ائٹھین ائٹھین پیش اسکے میکٹ ۱۹۷۴ء کے ذریعے تحدہ ہندوستان کو چھوٹوں میں تقسیم کیا گیا۔ برٹش ائٹھیا کے علاقوں کو براؤ راست حصوں پا کستان اور بھارت میں تقسیم کیا گیا، لیکن ۵۸۰

گئے، جب مودی حکومت اپنے اختیابی وحدے کے کوپورا کرنے کے لیے پرتوں رہی تھی، لیکن کشمیری قیادت نے کامیاب ہڑتال اور احتجاج کے ذریعے ان کے مخصوص بولوں کو ناکام نہادیا تھا۔

بھارت نواز کشمیری سیاست دان بھی اس کے آڑے آئے، اسی لیے بھروسہ مفتی حکومت کے ساتھ بی بے پی نے اتحاد توڑا اور پھر حکومت کی تبلیغیں نہ ہونے والی اور گورنر راج لگادیا۔

بھارت کی طرف سے حالیہ اقدام حیران کن اس لیے بھی خبیثیں کیا ہیں۔ مشرف فارمولہ سے متاثرا جنم ہے، جو کشمیریوں کو دیکھنا پڑا۔ مشرف فارمولہ بھی کمی بار ابھر اور دب گیا۔ مشرف کے وزیر خارجہ بھی کشمیر کے حل کے قریب پہنچنے کے وحدے کرتے رہے اور مشرف کے جانے کے بعد بھی اُنی وی پروگراموں میں فخر سے کہتے تھے کہ تم کشمیر کے حل کے قریب تھے۔

مشرف فارمولہ کیا تھا؟

یہ فارمولہ پر ویز مشرف نے اکتوبر ۲۰۰۳ء میں خود بیان کیا تھا۔ مشرف یہ سمجھتے تھے کہ پاکستان اور بھارت کے نزدیک انتظام کشمیر کو جغرافیائی، ساسنی اور نہدی بندیوں پرے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پھر دونوں ممالک یہ طے کر لیں کون سے حصے ان کے پاس ہوں گے اور کون سے حصوں کو خود مختاری دی جاسکتی ہے۔

پویز مشرف پاکستان کے نزدیک انتظام کشمیر کو حصے قریب اور یتھے تھے، ایک آزاد کشمیر اور دوسرا شاملی علاقہ جات۔ جبکہ بھارت کے نزدیک انتظام کشمیر کے وہ حصے کرنے کے حق میں تھے۔

مشرف نے ایک مرتبہ کہا کہ شیوالیک میں بھارتی وزیر اعظم منوہن سنگھنے ان سے کہا تھا کہ استھواب رائے اور کنٹرول لائن کو سرحد دہانے کی باتیں چھوڑیں اور دیگر تجویز پر غور کریں۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ دونوں ممالک اس حوالے سے کام بھی کر رہے ہیں۔

تقسیم کشمیر پر بھارت نے عمل کر دیا اور بھی کشمیر فارمولہ تھا۔ مشرف نے نہدی اور ساسنی بندیوں پر تقسیم کی بات کی تھی، مودی حکومت جموں و کشمیر کو حصوں میں بانٹ رہی تھی لیکن یعنی وقت پر جموں و کشمیر کو اکٹھا کر لداخ کو الگ کیا گیا۔ ہو سکتا ہے مودی حکومت اگلے مرتبے میں کشمیر کے ۷ حصے کر دے۔

یوں مسئلہ کشمیر کا مشرف فارمولہ مکمل ہو جائے لیکن یہ فارمولہ اس وقت بھی حریت قیادت کو مغلوب نہیں تھا اور اب بھی نہیں ہے۔

مشرف کے ہم خیال آئندہ بھی مسئلہ کشمیر کے حل کے قریب پہنچنے کی راگی الاپ کرمودی پر اسلام ہترے تر رہیں گے کریب ۱۰ غرق ہو مودی کا جس نے حالات کو گزیدہ چھپیہ ہنادیا۔

(حوالہ: ”ڈا ان نیوز ڈائلائٹ وی“، ۲۶ اگست ۲۰۱۹ء)

سے بھارتی آئین کا حصہ نہیں۔ اس دفعہ کو بھارتی پارلیمنٹ میں پیش کرنے والے رکن گوپاں سوامی آینگر نے پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ الحاق مکمل ہو چکا، لیکن ہم نے استھواب رائے کی پیشکش کی ہے۔ اگر استھواب رائے میں الحاق کی تو یہ نہ ہوئی تو تمہارے کشمیریوں کی رکاوٹ نہیں بنیں گے۔

ریاستوں کو مکمل خود مختاری دیتے ہوئے آپشن دیے گئے۔ پہلا یہ کہ خود مختار ملک بن جائیں، دوسرا یہ کہ پاکستان کا حصہ بن جائیں، اور تیسرا یہ کہ بھارت کا حصہ بن جائیں۔

۲۷۱۹۴۹ء کے ایکٹ کے سیکشن (۱۲) کے تحت کہا گیا کہ کسی بھی ملک کا حصہ بننے کے لیے ریاستیں الحاق کی دستاویز کا راستہ پانیں گی۔ ان دستاویز کی شرائط وہ ہوں گی جنہیں اس ریاست کا حکمران قبول کرے گا۔ یہ دستاویز الحاق اس ریاست اور ملک کے درمیان اختیارات کی تقسیم کرے گی۔

مکملیکی طور پر دستاویز الحاق ۲۰ خود مختار ملکوں یا ریاستوں کے درمیان ایک معابدہ تھا، جنہوں نے مل کر جلنے کا عہد کیا تھا۔ ۲ ملکوں کے درمیان طے پانے والے کسی بھی طرح کے معابدے جیسا ہی تھا۔ ۲ ملکوں کے درمیان طے پانے والا معابدہ اگر ایک بار بلوٹ جاتا ہے تو دونوں فریقی پرانی پوزیشن پر چلے جاتے ہیں۔ آرٹیکل ۳۰ کا عدم قرار دیے جانے کو بھی اسی مبنی القوائی قانون کی نظر سے دیکھنا ہو گا۔

۱۹۴۸ء سے پہلے جموں و کشمیر الگ ریاست تھا، جس کا حکمران ہندو راجہ اور رعایا کی اکثریت مسلمان تھی۔ ریاست کی جغرافیائی اہمیت کو سمجھتے ہوئے راجہ ہری سنگھ نے خود مختاری اور دونوں ملکوں کے ساتھ معاملات کو جوں کا توں رکھنے کا معابدہ کرنے کا فصلہ کیا۔ بعد میں بھارت نے فوج کشی کر کے راجہ ہری سنگھ کو مجبور کیا اور انہوں نے شیخ عبداللہ کے مشورے پر ۱۹۴۷ء کو دستاویز الحاق پر تخطی کر دیے۔ اور پھر ۱۹۴۷ء کا اکتوبر کو بھارت کے گورنر جنرل لا رڈ ماڈنٹ بیٹن نے بھارتی حکومت کی طرف سے پیش کی گئی اس دستاویز کو قبول کریا۔

اس دستاویز الحاق کے تحت بھارتی پارلیمنٹ مقبوضہ جموں و کشمیر کے دفاع، ہموصلات اور خارجہ امور سے متعلق معاملات پر اختیارات ملے۔ راجہ ہری سنگھ نے اس موقع پر واضح کیا تھا کہ الحاق کی شرائط کا مسلمان کی رضامندی کے بغیر تدبیل نہیں کی جائیں۔

دستاویز الحاق کو بھارتی آئین کا حصہ بنالیا جانا ضروری تھا تا کہ کشمیر کے حوالے سے بھارتی حکومت اور پارلیمنٹ کا تونہ و اور تدبیل کا تونہ و کشمیری ہونے کی وجہ سے کشمیر کو بھارت میں شامل کرنا چاہئے تھے جبکہ تدبیل ہیدر آباد پر قبضے کے خواہش مند تھے۔ ایک طرح سے کہا جا سکتا ہے کہ استھواب رائے ایک ڈھونگ تھا جسے بھارت نے مسلم ریاستیں تھیں کے لیے استعمال کیا۔

۱۹۴۷ء کا اصل مسودہ ہری سنگھ کی بنائی گئی شیخ عبداللہ حکومت نے تیار کیا، جس پر ۵ ماہ تک مذاکرات ہوتے رہے۔ بالآخر ۲۷ مئی ۱۹۴۹ء کو یہ دفعہ ۳۰۲ (۱۲) کے نام

۱۹۹۲ء جوں کشمیر میں حقوق انسانی کی ابتو صورت حال کے حوالے سے تنظیم اسلامی کا نظری (اوآئی سی) نے اقوام متحده کے حقوق انسانی کیمیش میں ایک تراواد پیش کرنے کا فیصلہ کیا

تھا، جس میں کشمیر میں حقوق انسانی کی خلاف ورزیوں کے حوالے سے بھارت کی زبردست سرڑش اور اس کے خلاف اقدامات کی بھی سفارش کی گئی تھی۔ منظوری کی صورت میں یہ تراواد براہ راست اقوام متحده کی سلامتی کو نسل کے پسروں کو دکروی جاتی، جہاں بھارت کے خلاف اقتصادی پابندیاں عائد کرنے کے قواعد تقریباً تیار تھے۔ بھارت کے اس وقت کے وزیر خارجہ دشمنگان دنوں و ملی کے اپنال میں زیر طلاع تھے اور بڑی مشکل سے جل بھر سکتے تھے۔ وہ اسٹرچر پر اپنی صدر مالک اکبر ہاشمی رشتیانی کے نام وزیر اعظم زمہراو کا اہم خط لے کر تھر ان آپنے۔ راؤ نے بڑی چالاکی اور دوسرانی شی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایران کو امداد کریا کہ وہ اوآئی سی میں مذکورہ تراواد کی منظوری کے وقت غیر حاضر ہے۔ جہاندیدہ راؤ کا تراواد کا نام ہوا کہ ایران کے غیر حاضر ہے کی صورت میں یہ تراواد خیال تھا کہ ایران کے غیر حاضر ہے کی صورت میں یہ تراواد خود بخود ناتا کام ہو جائے گی کیونکہ اوآئی سی دوسرا کی میں لا اقوای اداروں کی طرح ونک کے بجائے اتفاق رائے سے نیچے کرتی ہے۔ اپنے اپنی سفارت کا درد بلنفلوں میں کہتے ہیں کہ بھارت نے مسئلہ کشمیر حل کرنے کے سلسلے میں ان سے ایک وعدہ کیا تھا، جس پر انہوں نے یقین کر لیا تھا۔ بھارت نے ایران سے درخواست کی تھی کہ وہ مغربی ممالک کی مداخلت روکنے میں مدد کرے، جس کے عوض بھارت مسئلہ کشمیر کو حل نکالنے میں مدد کرے۔ اس کے بعد اس کی مداخلت رکھنے کے علاوہ کسی بھی حل کے لیے آمادہ ہے۔

شاید یہی تاریخ اب دوبارہ دہراتی جاری ہے۔ جیلیں کا روپی اور بین الاقوامی میڈیا کی کورٹ کی وجہ سے خاص سے عرصے کے بعد اپنی تمام تر معاشری قوت کے باوجود سفارتی محاڑ پر بھارت ایک طرح سے بیک نٹ پر چلا گیا ہے۔ اس لیے اب بھارت کی کوشش ہے کہ اگلے ماہ سرحدی تازع پر ہونے والے مذاکرات میں جیلیں کو کوئی بھارتی پیشگش کی جائے۔ بتایا جاتا ہے کہ سرحدی تازع سے متعلق دونوں ممالک کے خصوصی نمائندوں بھارت کے قومی سلامتی کے شیرا جیت دووال اور چینی وزیر خارجہ و انگلڑی کے درمیان ہونے والی

باقی صفحہ نمبر ۲

چین، ایران اور کشمیر پر بھارت کے وعدے

افخار گیلانی

ذریعے مسائل کو حل کرنے کے لیے زور دیتے ہیں، پاکستانی

وزیر اعظم کو چاہے کہ اعلانیہ طور پر اپنے بھارتی ہم منصب

زیندر مودی کو کسی نیوٹول جگہ پر مذاکرات کی دعوت دے

ڈالے اور زور دے کہ ان مذاکرات میں مسائل کی جگہ "کشمیر"

پر ہی بات ہوگی اور طریقہ کاروائی کو لگانگو ہوگی جس سے

اس دیرینہ مسئلہ کو کشمیریوں کی خواہشات، دو طرفہ معاملہوں اور

اقوام متحده کے چاڑ کے تحت حل کر کے جنوبی ایشیا کو ان کا

گہوارہ بنا لیا جائے۔ یا ایک طرح سے بین الاقوامی برادری میں

بھی ان ممالک کے لیے بیان ہوگا، جو بھارت اور پاکستان کو

دو طرفہ طور پر مسائل حل کرنے کے لیے زور دیتے ہیں۔

اس سے قبل ۲۰۱۸ء میں اقوام متحده کی حقوق انسانی کی

کو نسل نے ۱۹۹۲ء کے بعد بھی بار کشمیر کی صورت حال پر بحث

کر کے ایک جامع و مسترد روپ ترتیب دی تھی۔ تقریباً دو

ماہیوں سے کشمیر میں حقوق انسانی کی دستاویزات مرتب

کرنے میں سرگرم، جموں و کشمیریوں سوسائٹی، ملی میں حقوق

انسانی کے اہم کارکن روئی نیز اور سرمومعہ انسانی خجاعت بخاری

نے اقوام متحده کی حقوق انسانی کی کو نسل کی توجہ کشمیر میں جاری

علم و قلم پر دلانے میں کلیدی کو کواردا کیا تھا۔ حقوق انسانی کی

کو نسل جب اس روپ ترتیب کی تیاری اور مندرجات پر بحث و

مباحثہ میں مصروف تھی تو مجھے یاد ہے کہ کسی سفارت کاروں

نے ہماری حوصلہ شفی کی۔ شجاعت اس دوران کی باریوں پر کوئی

اوپر جیسا کوئی دوسرے پر گیا تھا۔ ایک سفارتی کاروں کو جب اس نے

بتایا کہ حقوق انسانی کو نسل کی کشمیر کی صورت حال کے حوالے

سے بند کرے میں مشینگیں ہو رہی ہیں اور ایک روپ ترتیب

ترتیب دی جا رہی ہے تو اس سفارت کا راستہ کہا، کہ اگر ایسا

ہے۔ شاید سلامتی کو نسل کے مجرمین اس معاملے میں بھی ڈھنی

مار لیتے، مگر بین الاقوامی میڈیا نے کشمیر میں مصالحتی بیک آؤٹ

اور پوری آبادی کو حصور کرنے، جیسے واقعات کو جس طرح کو رکیا

اور بھارت کی سرڑش کی، اس نے بین الاقوامی برادری میں

بھارت کے سلک بند و ستوں کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا۔ پاکستانی

وزیر اعظم عمران خان نے جس طرح ہندو قوم پر ستوں کی سربی

تھی، مگر سیکھ یہ سیکھ سنتگھ کا نام لے کر بھارت میں بڑھتے

ہوئے فاشزم اور خلطہ پر اس کے اڑات کا محاملہ اخليا، اب

پاکستانی وزارت خارجہ و میڈیا کو چاہیے کہ اس کو اپنے بیانہ کا

مرکزی نقطہ بنالیں۔ اس کے علاوہ جس طرح بین الاقوامی

برادری ابھی بھی بھارت اور پاکستان پر دو طرفہ مذاکرات کے

مقفل کشمیر کے اندر

شمس الک

جاری ہے جہاں صورت حال پر سکون ہے۔ میں بھی خبریں دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ کشمیر میں اب کیا ہوگا، اس حوالے سے خوف، اشتغال اور گوگوکی میں جل کیفیت میں لوگ گروں سے نکل کر اپنے پیاروں سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

کشمیر میں سکورٹی کے نام پر کریک ڈاؤن اور انفارمیشن لائک ڈاؤن نئی چیز نہیں۔ ۲۰۱۰ء اور ۲۰۱۲ء کے دوران وادی کشمیر میں بھارتی تسلط کے خلاف عوام انھوں کھڑے ہوئے، جس کے نتیجے میں جمیع طور پر ۳۰۰ راہموات واقع ہوئیں۔ اس ماہ پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ لینڈ لائز بھی کاٹ دی گئی ہیں۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر بھارتی حکومت کا دعویٰ ہے کہ جمیں اور گیوں میں گشت کیا جکبڑیں لیک برائے نام بھی نہیں۔ لوگوں کو عید الاضحیٰ کی نماز اجتماعی طور پر ادا کرنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ دن خاموشی سے گر ریگا تاہم محول پر اشتغال کی کیفیت چھائی رہی۔ کشمیر ایک بار پھر کمزور ہے میں پھنس گیا ہے۔ معمولی سی چکاری بھی بہت بڑا دھماکا کر سکتی ہے۔ لوگ جب حالات کے بارے میں گلگٹوں نہیں کر رہے ہوتے تب وہ ان علاقوں کی بات کر رہے ہوتے ہیں جہاں حکومت اور روح کے خلاف شدید ہرامت احرکتی ہے۔ شدید کشیدگی اور تنازع کے عالم میں چھوڑا ہبہ اتفاق طبع بھی پایا گیا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ ٹیلی کام سروں تو بند ہے۔ ایسے میں ہواں فون کا اس سے اچھا صرف کیا ہو سکتا ہے کہ یہ کسی کی ہمرا درکھائی دینے والے بھارتی فوجی کے منہ پر دے مار جائے؟

بارہ ہوا میں حکام نے سیاسی کارکنوں، مظاہرین اور پتھر چینکنے والوں سمیت متعدد افراد کو گرفتار کیا ہے۔ چند ایک گھنٹوں نے بتایا کہ قانون دانوں اور دانشوروں کو بھی گرفتار کیا گیا ہے۔ رابطے پر پابندی کے باعث میں نے جب بھی دوسری میں متعلق حکام سے ان کا موقف لینا چاہا تو کال گئی نہیں۔

کئی دنوں سے سری نگر کے سواپورے کشمیر میں کہیں سے بھی کوئی خبر باہر نہیں آئی۔ حکام نے چند ایک مقامی افراد کو موبائل فون پر علاقے سے باہر موجود رہنے والوں سے مختصر گلگٹوں کی اجازت دی۔ علاقے کی صورت حال کے بارے میں کچھ بھی کہنا یا بتانے کی اجازت نہ دی۔

۲۰۱۸ء میں ۲۵۶ حریت پنڈ شہید ہوئے تھے، جن میں سے ۱۲ کا تعلق ہنزہی کشمیر سے تھا۔ ۲۰۱۶ء میں براہان والی کی شہادت کے بعد جو بھی کشمیر مراجحتی تحریک کا گڑھ بن کر احراب ہے۔ کریک ڈاؤن نے صاحبوں کا کام اور بھی مشکل بنا دیا۔

باقی صفحہ نمبر ۱۲

بھارت کے خلاف لڑیں گے۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے

سالہ مظفر تیل نے بھی بہت کمی فردوں احمد نقاش نے کہا کہ تم مل کر بھارت کا مقابلہ کریں گے۔ پیش کشمیریوں نے یہ خدا شناخت ہر کیا ہے کہ جمیں و کشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کر کے نتیجے میں تبدیلی اور شناخت کے حوالے سے شناخت ختم کرنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف بھارتی حکومت کا دعویٰ ہے کہ جمیں سرکار کے کشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کرنے سے یہ خطہ علیحدگی پرند جذبات سے آزاد ہو سکے گا۔

کشمیری حریت پنڈ ایک زمانے سے بھارتی راج کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ یہ تحریک اب تک کم و بیش میں ہزار کشمیریوں کی جانب لے چکی ہے۔ پیش کشمیری مکمل آزادی یا پھر پاکستان سے ملا جائے ہے۔ جو ہر ایسے سے لیں دنوں ممالک کشمیر پر دوستگی لے چکے ہیں۔ پہلی جنگ ۱۹۴۸ء میں ہوئی تھی جس کے نتیجے میں علاقہ دھنلوں میں تقسیم ہوا۔ ملے پایا کہ اقوام مختلف کے تحت استھواب رائے کے ذریعے خطے کی تقدیر کا فیصلہ کیا جائے گا مگر یہ استھواب رائے آج تک نہیں ہوا۔

جن مقامی کشمیریوں سے بات ہوئی انہوں نے نام نہ بتانے کی شرط عائد کی اور پیشتر کی گلگٹوں شدید اشتغال یا پھر طویل سرداہہ پر ختم ہوئی۔ کشمیری خاتون مسٹر جان نے کہا کہ اب سب کچھ واضح ہے۔ اب ایک طرف ہم ہیں اور دوسری طرف بھارت ہے۔ مسٹر جان نے بتایا کہ ان کی بیٹی دے کر سکتا ہے جانے کے باعث میں اپنے رشتہداروں سے بات نہیں کر سکتا ہے۔ اتنے بڑے حالات میں وہ اپنی بیٹی کے لیے دے کی دو کہاں سے لائے گی؟

میرے گھر پر بھی حالات بہت بے تھے۔ میری والدہ فیاضیں کی مریضہ ہیں۔ ان کے پاس انویں کی کمی ہے۔ لکھنؤں پر بھی انویں دستیاب نہیں۔ ایک ڈاکٹر نے وعدہ کیا کہ اگر وہ سری نگر تک جانے میں کامیاب ہو گی تو تھوڑی بہت انویں لیتا آئے گا۔ میرے الٹی خانہ نے بتایا کہ ایک سو مرپڑی کا انتقال ہوا تو ان کی مدد فینیتیزی سے کرادی گئی۔ لوگوں کو جزاے میں تحریک بھی نہیں ہونے دیا گیا۔

جو تھوڑی بہت تھیں۔ لوگوں کا مودہ بھی بگذا ہوا تھا۔ پہنچ ہوئے بھر ان میں عام کشمیری اگھن میں بٹتا پائے گئے۔ وہ یہ دیکھنے کے لیے بہت تھے کہاب کیا ہوتا ہے۔

بھارت مخالف جذبات سے بھرے ہوئے علاقے سوپور میں ۱۹ اسالہ فردوں احمد نقاش نے کہا کہ تم ہر حال میں

میری کار بھارتی فوجی گاڑیوں کی ایک قطار اور گرد کے ہادل کے ساتھ آگئے رہ گئی۔ عام حالات میں سری نگر کے ایک پورت سے میرے آبائی قبیلے بارہ مولا تک یہ آسان اور تیز سفر ہوتا۔ آج کل کشمیر کی وادی میں زندگی شدائد سے دوچار ہے۔ جمیں و کشمیر کے بھارت کے زیر تسلط ہے میں مودی سرکار کے کشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کرنے کے نتیجے کے خلاف شدید روڈ روکے کے لیے ایسا سیکورٹی کریک ڈاؤن چل رہا ہے، جس کی نظر نہیں ملتی۔

۳۵ میں بھی سری نگر بارہ مولا ہائی وے پر ہزاروں بھارتی قبیلے جو بدترین خود کا رہنمایا ہوں سے لیں ہو کر گشت کر رہے ہیں۔ پشاہراہ علاقے کے مرکزی شہر سری نگر کو شمالی قبیلوں سے ملا تھی ہے۔ سو بلین ٹریک برائے نام ہے۔ دکانیں بند ہیں۔ شاہراہ پر فوجی گاڑیاں تیزی سے گزرتی ہیں۔ لوگوں کو گلگیوں سے مڑکوں تک آنے سے روکنے کے لیے خاردار تاروں کی بڑی لگائی گئی ہیں۔ بھارت کے دری تصرف کشمیر موقفل کر دیا گیا ہے۔

بھارتی پاریمان نے خطے کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کی تھی تب میں روپر نگکڑ پر جمیں و کشمیر اپنی آیا تھا۔ یہ پہلا ٹرپ تھا۔ دوسری بار آمد ذاتی نویعت کی تھی۔ مو بالک فون اور اٹر نیٹ سروکی بند کر دیے جانے کے باعث میں اپنے رشتہداروں سے بات نہیں کر سکتا تھا اس لیے ان سے ملنے آیا۔ سری نگر سے بارہ مولا تک کا سفر خوف اور گھروپی کی عجیب سی کیفیت سے معمور تھا۔ شاہراہ پر ٹریک برائے نام تھی۔ ہر دس پندرہ منٹ کے بعد بھارتی فوجی گاڑیوں کو روک کر مسافروں سے پوچھ چکر تے تھے۔ میں جن مڑکوں سے گزراوے لےئے اتی ہوئی تھیں۔ اس کے اگر وہ سری نگر تک جانے میں کامیاب ہو گیا تو تھوڑی بہت انویں لیتا آئے گا۔ میرے الٹی خانہ نے بتایا کہ ایک سو مرپڑی کا انتقال ہوا تو ان کی مدد فینیتیزی سے کرادی گئی۔

سنسان اور ویران پڑی تھیں۔ لوگوں کا مودہ بھی بگذا ہوا تھا۔ پہنچ ہوئے بھر ان میں عام کشمیری اگھن میں بٹتا پائے گئے۔ وہ یہ دیکھنے کے لیے بہت تھے کہاب کیا ہوتا ہے۔

بھارت مخالف جذبات سے بھرے ہوئے علاقے سوپور میں ۱۹ اسالہ فردوں احمد نقاش نے کہا کہ تم ہر حال میں

شام کے ناکام مذاکرات

تحقیق اور نہیں انہوں نے وہاں کوئی رد عمل دیا۔ جب روس مغربی شام میں حزب اختلاف کے گروہوں پر بمباری کر رہا تھا، میں اسی وقت امریکا شرقی شام میں داعش کے ٹھکانوں پر بمباری کر رہا تھا۔ روس نے امریکا اور اقوام متحده کی حمایت سے مغربی شام کے مختلف حصوں میں فائز بندی کروادی۔ حزب اختلاف کے گروہوں کے ہاتھ پاؤں پہلے ہی باندھ دیے گئے تھے، اس لیے وہ آسانی سے بیز فائز پر رضامند ہو گئے۔ لیکن ۲۰۱۸ء سے ۲۰۱۸ء تک شامی حکومت نے چھوڑے چھوڑے عرصے بعد ان علاقوں پر ایک ایک کر کے روس، ایران اور حزب اللہ کی مدد سے قبضہ کر لیا اور اب ۲۰۱۹ء میں ان علاقوں میں سے صرف ایک ”اوبل“ بچا ہے، جو حزب اختلاف کے ٹکڑوں میں ہے۔ جیسے جیسے شامی حکومت کے باعث کمزور ہوتے گئے ویسے ویسے شامی حکومت مذاکرات سے دور ہوئی پہنچی۔ اقوام متحده کے نمائندہ خصوصی Staffan de Mistura مذاکرات کے دواوار دار کروانے میں کامیاب ہوئے، لیکن دونوں مذاکرات سے خاطر خواہ تنائج حاصل نہ کیے جاسکے۔ ۲۰۱۸ء میں Staffan de Mistura نے پریس کالفرنس میں کلے عام شامی حکومت کو مذاکرات کی ناکامی کا ذمہ دار ترا رہ دے دیا اور کہا کہ روس اگر شامی حکومت پر دباؤ اٹے تو مذاکرات میں پیش رفت ہو سکتی ہے۔

یہ ورنی ممالک خصوصی طور پر ترکی اور قطر کی طرف سے اسلامی انتخابیں تھیں میں کی غیر مفہومی مدد کی وجہ سے ان گروہوں کو کوئی خاطر خواہ تنائج نہ مل سکے اور نہ یہ کمی مضبوط اور مشترک اتحاد تھکیں دے سکے۔ کچھ تحریکی کاروں کا کہنا ہے کہ امریکا کی اقوام متحده کو ساتھ لے کر مذاکرات کی کوشش اور فوجی دباؤ کی کمی دراصل ایک غلط حکمت عملی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ بشار حکومت کسی بھی حکومت کی تدبیلی اور قوی حکومت کے قیام کے آپشن کو قبول نہیں کر سکتی تھی۔ تحریکی کاروں کا کہنا ہے کہ ۲۰۱۳ء اور ۲۰۱۵ء میں جب بشار حکومت کمزور پر ہی تھی تو ایران اور روس نے اسے گرنے سے بچایا تھا۔ اس وقت اگر امریکی دباؤ اس طبقاً جاتا اور شامی حکومت کی کمزوریوں پر توجہ دی جاتی تو شاید ایران اور روس بھی اس حکومت کو بچانے میں کامیاب نہ ہو پاتے۔ کیوں کہ اگر اندر وہ مسائل برداشت جاتے اور عسکری گروہوں کی کارروائیوں میں بھی اضافہ ہوتا اور وہ مضبوط ہوتے چلتے جاتے تو ان اتحادیوں کے لیے بشار حکومت کو بچانا اور اس حد تک جا کر اس کی حمایت کرنا مشکل ہو جاتا۔

اختلاف کی جماعتوں کو جنہوں میں مذاکرات کی نیشنل پر لانے میں ڈیرہ ہر سال الگ گیا۔ اسی ماہ تک ایک اور قطر کی براہ راست مذاکرات کی وجہ سے غیر جہادی اسلامی تنظیمیں بھی مذاکرات کا حصہ بننے پر رضامند ہوئیں۔ اگر حزب اختلاف تمام سیاسی وغیر سیاسی معاملات پر بات چیت کرنے کے لیے تیار تھی اور یہاں تک بھی راضی تھی کہ بشار کو ہی صدر رہنے دیا جائے اور ایک دوسری سیاسی نظام ان ہی کی گرفتاری میں تنقیل دیا جائے جس میں حزب اختلاف کو بھی موقع ملے، لیکن شامی حکومت نے اقتدار میں شرکت داری کے حوالے سے کسی بھی قسم کی بات چیت سے انکار کر دیا، جس کے نتیجے میں مذاکرات بے نتیجہ ختم ہو گئے۔ ۲۰۱۸ء کے آغاز میں بشار حکومت فوجی سطح پر کافی مضبوط ہو چکی تھی۔ اس کی بڑی وجہ روس نے سیاسی معاملات میں کسی بھی قسم کا دباؤ ڈالنے سے انکار کر دیا تھا۔ حزب اختلاف کے عسکری گروہوں کے درمیان اتحاد کے نتائج اور قیادت کے درمیان تازع عات کی وجہ سے بشار کی فوج پر دباؤ میں اضافہ نا ممکن دکھائی دیتا تھا۔

حزب اختلاف کے عسکری گروہوں اور حکومت کے درمیان اعصاب کی یہ جنگ طولی ہوتی چل گئی۔ ۲۰۱۵ء کے بھاری تک شامی حکومت کی ہمت جواب دے بچنے تھی، یہاں تک کے بشار کو اعلان کرنا پڑا کہ ہماری فوج کو ان علاقوں سے پیچھے ہٹا پڑے گا۔ جب یہ موقع آیا تو ایران فوراً حرکت میں آیا اور القدس فورس کے سربراہ جزل سیمانی روس کے دور پر گئے تاکہ ماسکو کو زمینی فوجی مدد پر آمادہ کیا جاسکے۔ اس سے پہلے کہ بشار حکومت کا خاتمہ ہو جائے۔ پھر روسی فوج کی بڑی تعداد کو تیار تھی۔ اب ما انتظامیہ مشرق وسطی میں مذاکرات کم کرنا چاہتی تھی نہ کہ بڑھانا۔ واشنگٹن دراصل مذاکرات کے ذریعے کسی جتنی نتیجے پر بینچنا چاہتا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ یہ مذاکرات اقوام متحده کی گرفتاری میں ہوں اور تمام فریق اس پر متفق بھی ہو جائیں۔

۲۰۱۴ء میں جنہوں مذاکرات ایک دفعہ پھر شامی حکومت کی ہست و ہری کی وجہ سے ناکام ہو گئے۔ شام کو تینين تھا وہ مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کے بھائے روس اور ایران کی مدد سے جید کے میدان میں زیادہ فوجات حاصل کر سکتا ہے۔ اس دوران امریکا کی توجہ شامی حکومت کو مذاکرات کی میز پر لانے کے ملنے سے ہٹ گئی۔ اوباما شرقی شام میں داعش کے خاتمے کے لیے زیادہ مکر مدد تھے، اسی لیے ان کی توجہ روس کی مذاکرات کی وجہ سے مغربی شام میں بڑھتی ہوئی کشیدگی پر بھی نہ ہو جاتا۔

اردن - قطر سفارتی تعلقات کی بحالی؟

ہیں۔ اردن کے جی ڈی پی کا دس فیصد یہ مزدور یورون ملک سے تسلیمات رکھنی کی خلص میں بھیجتے ہیں۔ جن میں سے صرف سعودی عرب سے پانچ فیصد تسلیمات رکھتی ہیں۔ اردن کو شدید پوشاشی دہا دکا سامنا ہے، خاص کر جب سے آئیں ایم ایف نے کفایت شعاراتی کے اقدامات نافذ کیے ہیں۔ سسٹم میں کمی اور مہنگائی میں اضافے نے ملک میں بڑے پیمانے پر احتیاج کو جنم دیا، جس کا تینجہ و زیر اعظم ہانی ملک کے انتفعی کی خلص میں سامنے آیا۔ جس کے بعد سعودی عرب، عرب امارت اور کویت نے ڈھانی ارب ڈالر کی امداد کا وعدہ کیا۔ اردن کے لیے سعودی عرب کی اہمیت کے پیش نظر عمان کا خطے کے اہم محلہ ریاض کے مفاہات کو چلن کر جہت انگریز ہے۔ سفارتی خطے کے بدلتے ماحول اور معاشری مفاہات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ دو حاوزہ عمان کے درمیان غیر ملکی کا انتقام خطے کے بدلتے ماحول اور معاشری مفاہات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اردن کی آزاد خارجہ پالیسی کا ایک انتہا معلوم ہوتی ہے، جس کا مقصد معاشری ضروریات پورا کرنا اور سعودی عرب اور اس کے سیاسی ایجنڈے کو مدد و چوٹ پہنچانا ہے۔ اردن کی مواجه پالیسی کو خطے اور ملکی مفاہات کے درمیان توازن قائم کرنے کی ایک کوشش کہا جا سکتا ہے، جس میں حکومت کی بھاگ ہے۔ کرش ریان کے بقول معاملہ اس سے کہیں آگے کا ہے۔

خطے میں خطرات کا بدلنا تصور

سفارتی تعلقات کی بھالی کوئی اپا انک اقدام نہیں، مغربی اتحادی اور سعودی رقیب ہائی خاندان تاریخی طور پر خطے میں اہم مسائل پر تعاون کرتا ہے۔ اردن کا جغرافیہ سعودی عرب کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے، یہ خطہ اسرائیل کے لیے ایک ”بفرائیٹ“ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اردن اسرائیل کے ساتھ لے والی دوسری عرب ریاست ہے۔ حال ہی میں کچھ دیگر عوامل کی وجہ سے اردن اور سعودی عرب کے تعلقات میں کچھ تھہر ادا آگیا ہے۔ شاہ عبداللہ اور ولی عہد محمد بن سلمان کے درمیان سرعت تعلقات اب کوئی رازیں ہے۔ اردن یہ وظیم کے حوالے سے امریکی پالیسی کا شدید مخالف ہے، اس کو ”صدی کی سب سے بڑی ڈیل“ کے بارے میں سعودی عرب نے کچھ بھی نہیں بتایا ہے، جس سے اس شبکہ کو تقویت ملتی ہے کہ محمد بن سلمان یہ وظیم کے مقدس مقامات کے سر پرست کی حیثیت سے شاہ عبداللہ کی جگہ لیما چاہتے ہیں۔ اردنی باشندے اس ایجنڈے کے بارے میں

Lawrence Rubin

لارنس رابن کا کہنا ہے کہ قطر اور اردن کے مابین ایک ہار پھر سفارتی تعلقات کی بھالی ظاہر کرتی ہے کہ کس طرح عمان (اردن کا دار الحکومت) کے لیے خطے میں بدلتے مفاہات کے کھیل میں توازن قائم رکھنا ضروری ہے۔ اردن اور قطر کے درمیان باتفاق سفارتی تعلقات بھال ہو چکے ہیں۔

دوسرا قل اردن نے بھی سعودی قیادت میں ظیجی ممالک کی جانب سے قطر سے سفارتی تعلقات محدود کرنے کے نیطے پر عمل کیا تھا۔ اردن اور قطر کے درمیان تعلقات کی بھالی کا خلیع میں بینکروں پر حملوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اردن کا سفارتی انتقام خطے کے بدلتے ماحول اور معاشری مفاہات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ دو حاوزہ عمان کے درمیان غیر ملکی کا قاطر کے رویے میں حالیہ تبدیلوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ۲۰۱۸ء کے وسط میں سعودی عرب، بحرین، مصر اور اردن نے دوشت گردی کی پشت پناہی کا الزام عائد کر کے قطر کے سیاسی اور معاشری بائیکات کا اعلان کیا تھا۔ قطر نے کچھ عرصے کے لیے امداد اور سرمایہ کاری کے ذریعے اردن کو دو حاصل فباک سے دور رکھنے کی کوشش کی، یہ سب قطر کی سفارتی، سیاسی اور معاشری تھانی دوڑ کرنے کی کوششوں کا حصہ تھا۔ ادھر اردن کے لیے بھی معاشری مفاہات اور قومی سلامتی کے معاملات زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

اردن کا سعودی عرب کے خلاف اقدام

اردن کو کمی معاشری چیزوں کا سامنا ہے، جس میں مہاجرین کی بڑی تعداد میں آمد، بے روزگاری کی بلند شرح، ۲۰ فیصد نوجوانوں کے پاس روزگار نہیں، ملک کا بودھتا ہوا قرضہ جو کہ جی ڈی پی کا ۵۰ فیصد بنتا ہے، شامل ہیں۔ اردن عالمی امدادی سے بڑے بیانے پر امداد بھی حاصل کرتا ہے۔ اردن کا سعودی عرب پر احصار بہت زیادہ ہے، جو اس کو معاشری اور تو اہمیت کے معاملے میں امداد فراہم کرتا ہے۔ عرب ممالک میں بغاوت شروع ہونے کے بعد سے ظیجی ممالک (قطر کے علاوہ) اردن کو پانچ ارب ڈالر کی امداد فراہم کر چکے ہیں۔ ظیجی ممالک میں کام کرنے والے لاکھاروں مزدوروں میں سے سارے چھ لاکھ سعودی عرب اور عرب امارت میں کام کرتے

اس عرصے کے دوران شانی حکومت اقوام متحدہ کے مذاکراتی عمل میں ترہی لیکن اس نے اپنی بہت دھرمی قائم رکھتے ہوئے یہ موقف اپنائے رکھا کہ وہ اختیارات کی تقسیم کے کسی بھی فارموں کو تسلیم نہیں کریں گے اس کے بعد De Mistura نے حکومت کی تبدیلی کی بجائے ملک کے آئین میں تبدیلی کے لیے مذاکرات کا آغاز کیا، لیکن وہ اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے، اس رویے سے نگہ آکر انہوں نے اپنے عہدے سے استعفی دے دیا۔ ۲۰۱۸ء اکتوبر میں تاریخے کے سفارت کار Geir Pederson نے محمدہ سنجلا۔ اسی ماہ کے آخر میں بشار حکومت کسی بھی دہاؤ کی عدم موجودگی میں آئین میں پچھہ تبدیلوں کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا کیوں کہ بشار حکومت شام میں کسی قاعدے اور قانون کی پابندیاں ہے۔ دوسری طرف HTS نے ان مذاکرات میں بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں لی۔ اسی طرح روس، ایران اور شام اس بات پر زور دے رہے تھے کہ ان جہادی گروہوں کو سیاسی مذاکرات میں شامل نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی اختیارات کی تقسیم کے کسی فائزوں کے کام کو حصہ دنا چاہیے۔ ایسے ماحول میں اقوام متحدہ کی جانب سے ہونے والے مذاکرات کا کامیاب ہونا ممکن دکھائی دیتا تھا اور بھی وجہ تھی کہ شام میں جاری خانہ جنکی کا خاتمه مستقبل قریب میں ہوتا دکھائی نہیں دے رہا۔

بیانیہ: مقلفل کشمیر کے اندر

بے کوئکہ رابطوں کا نقدان ہے اور نقل و حرکت بھی محدود کردی گئی ہے۔ اسلام ارجمند ڈارنے کشمیری عوام سے مشاورت کے بغیر کیے جانے والے حکومتی فیصلے کی شدید نہادت کی بارہ مولوں کی زمانے میں مراجحتی تحریک کا گڑھ ہوا کرتا تھا۔ وہاں دریائے جبلم کے تاریخی مل پر کھڑے ہو کر ایک مقامی باشندے نے کہا کہ اگر بھارت یہ سمجھتا ہے کہ کشمیری سب کچھ احتیاج کے بغیر برداشت کر لیں گے تو یہ اس کی بھول ہے۔ اور یہ کہ کشمیر سے بھارت کو نکالنا ہی ہو گا۔ رابطوں کے شدید، بلکہ کمل نقدان کے باعث جب بھی کوئی خرچ تھی ہے تو ابتداء میں وہ گپ شپ کی خلص میں ہوتی ہے اور پھر مراجح کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ لوگوں نے مجھے تیالیا کا باب وہ پڑتیں صورت حال کے لیے بھی تیار ہیں۔ (ترجمہ: محمد احمد خان) "Inside locked down Kashmir, a reporter finds fear and chaos". ("apnews.com". August 14, 2019)

لیقیہ: یاکستانی میعشت۔ ایک جائزہ

بجلادش اور بھارت کی کرفی ہم سے زیادہ ضبط ہے، لیکن ان کی رآمدات میں ہر سال ۱۰ سے ۱۵ فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔ دراصل برآمدات بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ آپ پیداوار بڑھائیں اور پیداواری لگت میں کمی کریں، تاکہ یہ یہ وون ملک مقابله کر سکیں۔ اسی طرح آپ کی مارکیٹنگ صلاحیتیں بھی بہتر ہوئی جائیں۔ یہ وون ملک سفارت کاروں کو رآمدی تارگٹ دیے جائیں۔ یہ وون ملک سفارت کاری کاروبار سے منسلک ہے۔ ملک کے اندر صنعتوں کفر و غربیا جائے اور بہتر حالات پیدا کیے جائیں۔ اسی طرح ملک ست رفتاری سے باہر آئے گا۔ ملک میں صرف پیداواری منصوبہ بندی کی جائے اگر ملک میں معاشی ڈپلین ہو جائے تو پاکستان میں کشیر چیزوں سرمایہ کاری ممکن ہے کیونکہ پاکستان ۲۳ کروڑ لوگوں کی مارکیٹ ہے اور یہاں منافع کمانے کے حد تک موجود ہیں۔ عوام میں شعور پیدا کیا جائے کہ صرف ملک کی نی ہوئی اشیا خریدیں۔ آج ملک میں تیار ہونے والی اشیا کی لگت اور قیمت درآمدی قیمت سے زیادہ ہے اس کی وجہ پر ضروری لگیں اور تو ناتی کی قیمت ہے۔ ایسے حالات میں کوئی بھی ملک میں صنعت نہیں رکھے گا۔

ملک میں ایک اور بڑا مسئلہ سرمایہ کاری اور لوگوں کا خسارہ ہے۔ افسوس ابھی تک کوئی پالیسی نہیں بنائی گئی۔ اسیل مزار اور بکلی کی تقسیم کارکنیوں خسارے میں ہیں۔ ان تمام اداروں کو فوری طور پر یا تو کچی شعبوں میں دیا جائے یا صوبوں کے حوالے کر دیا جائے۔ اس طرح ہم تقریباً ۱۰۰ ارب روپے کی بچت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح خسارے میں چلنے والی تقسیم کارکنیوں کے بجائے منافع والی کمپنیوں کو کچی شعبے کو دیا جا رہا ہے۔ اس طرح سے معاملات علی نہیں ہو سکتے۔ ملک میں جرأت مندانہ اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔ فوری طور پر ڈیم بناۓ جائیں۔ خاص طور پر کالاباغ ڈیم جو کہ سب سے جلدی اور کم رقم میں بن سکتا ہے۔ میعشت ایک سمجھیدہ مسئلہ ہے اسے سیاسی طریقے سے حل نہیں کیا جا سکتا۔ یاد رہے کہ پاکستان ایک بہت ترقی پذیر میعشت رہا ہے لیکن صرف سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے آج تاہم حال میعشت کا حامل ہے۔ اگر ہم نے اپنی میعشت کو سمجھی گی سے اور جرأت مندانہ سے نہ چلایا تو حالات بگزستے ہیں۔ یاد رہے کہ کوئی بھی ملک ایسے حالات کا تمثیل نہیں ہو سکتا۔ آج بجلادش اور وہیت نام بھی پاکستان سے آگے ہیں۔ کل اور بہت سے ممالک بھی ترقی کی روٹ میں پاکستان کو پیچھے چھوڑ سکتے ہیں۔ اس لیے معاشی سمجھی گی کی اشد ضرورت ہے۔

(حوالہ: "hilal.gov.pk")

دھماکو شرکت کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

قطر کی جانب سے اردن کو اخاذی نوکریاں دینے کا وعدہ بہت اہمیت رکھتا ہے، اس سے نہ صرف اردن کا معاشی اور سیاسی بحران کم ہو گا بلکہ یہ وون ملک سے مدد و رہنمائی کی آمدی کی شکل میں انتہائی تینقی تسلیات رسمی حاصل ہو گا قطر اور اردن میں عوامی سطح پر بہتر تعاملات سعودی عرب کو مشتعل کر سکتے ہیں، لیکن اس سے خلیجی ممالک میں اختلافات کم کرنے کی راہ بھی ہمارا ہو سکتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ سعودی عرب اور خلیجی ممالک اردن میں کمی بھی قائم کے عدم اتحاد کم متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ دوحا اور عمان کے درمیان سفارتی تعاملات کی بھالی خلیط اور اردن کے حوالے سے اہم تبدیلیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ اردن جیسی چھوٹی اور مدد و صلاحیت رکھنے والی ریاستیں خلیط کے بھر جان میں صرف اپنا کروارادا کر سکتی ہیں، ان بھروسوں کو حتیٰ خلیل نہیں دے سکتیں۔ چھوٹی نیز، ان بھروسوں کو حتیٰ خلیل نہیں دے سکتیں۔

(ترجمہ: سید طالوت اختر)

"Jordan and Qatar restore diplomatic ties, but why now?" ("iiiss.org". July 31, 2019)

لیقیہ: مصر میں قید خاندانوں کی غیر انسانی سورج حال

بقول دینا یا انصاف کا قائل ہے، ایک جوں کا گاں پیش کیا اور اعتراف جرم پر مختلط کروالیے۔ اس مقدمے سے منسلک وکیل شہل ابو الحسن نے حازم کے بیان کی تصدیق بھی کی ہے۔ اب عطا بھی حزاۓ موت پانے والوں کی لائیں میں کھڑا ہے، اس کی عمر بھشکل میں برس سے کچھ زائد ہو گئی، اس کو ۷۴ء میں حزاۓ موت سنائی گئی۔ نومبر ۲۰۱۸ء میں حزاۓ موت کے خلاف اپیل بھی مسترد کر دی گئی۔ پسندشی کے ایک محقق کے مطابق یہاں ۶۱ رافرادر حزاۓ موت کے منتظر ہیں، جن میں اکثریت سیاسی قیدیوں کی ہے۔ علاکے خاندان کا کہنا ہے کہ اس سے شدید تشدد اور بہادر کے بعد اعتراف جرم پر مختلط کروائے گئے اور کسی وکیل کے بغایت تقیش کی گئی۔ علاکے والد کا کہنا ہے کہ ”محظی افسوس ہے کہ میں نے اس کو پولیس کے حوالے کیا، ہمرا خیال تھا کہ ملک میں قانون کی حکمرانی ہے اور پولیس واقعہ سے متعلق عطا کا موقع بھی سنے گی، مگر میرے پیشے کو مارا گیا۔ بکلی کے محتکل دیے گئے، رسوا کیا گیا۔“

(ترجمہ: سید طالوت اختر)

مفادات کے حصول کے لیے محتاج توازن

حال ہی میں اردن امداد اور سرمایہ کاری کی فراہمی میں تاخیر پر ملڑا شدہ ہو گیا تھا، جس میں سعودی اردن مشترکہ سرمایہ کاری فونڈ بھی شامل ہیں۔ دوسری جانب قطر نے اردن کو پانچ سو ملین ڈالر کی مالی مدد فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ نوکریاں دینے کا وعدہ کیا ہے، یہ سب کچھ ۲۰۱۸ء میں سعودی قیادت میں ہونے والے سمٹ کے خلاف تھا۔ اس سمٹ میں

مصر میں قید خاندانوں کی غیر انسانی صورت حال

اپنے عوام کی فلاں و بہبود کا خیال رکھتا ہے، جبکہ ہماری ترجیح اپنے ملک کو محظوظ بنانا اور دشمنوں کو تباہی اور بر بادی پھیلانے سے روکنا ہے۔ لطفی ابراہیم کے والدین کا کہنا تھا کہ اس کا اخوان اسلامون سے کوئی تعلق نہیں تھا، ہاں باپ ضرور تقطیم کا مہربان تھا۔ زیر حراست مصریوں کے خاندانوں کا کہنا ہے کہ ملازم کو شندہ کا نشانہ بھایا جاتا ہے جبکہ وکلا تک رسائی بھی نہیں دی جاتی، ہمتوں اور مجبوتوں نکت پتاہی نہیں لگتا کہ ان کے پیارے کہاں ہیں۔ انسانی حقوق کی تظییموں کا کہنا ہے کہ ”زیادہ تر مزاء موت“ نکھل سے ہر پور عدالتی کارروائی کے بعد دی گئی ہے، اس حوالے سے مصری حکام نے کسی بھی سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔ ایسا بھی ہوا کہ کسی حلے کے بعد لوگوں کو پھانسیاں دے دی گئیں، حکومت کے بقول حملے اسلام پسندوں نے یہ کہتے۔

شرق وسطیٰ کے ”تحریر انسانی ثبوت“ کے غیر رہائشی ممبر ”خطو تھی ہلہلا اس“ کا کہنا ہے کہ ”حکومت کی جانب سے پھانسیاں دینے کا وقت پر بیان کرن رجحان کی تشبیہ کرتا ہے۔“ تاہرہ میں موجود انسانی حقوق کے کارکن محمد ظہیر کا کہنا ہے کہ ”حکام کا خیال ہے کہ انہیں عوامی رائے عامد کے لیے کچھ تو کرنا ہو گا، انہیں لوگوں کی لاٹیں دکھانا ہوں گی، پھر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ اصل مجرم ہیں بھی یا نہیں۔“ ابراہیم اور دیگر تین نوجوانوں کو سڑک کنارے بم و حماکے کے جرم میں پھانسی دیے جانے کے چاروں بعد اعشار کے سلسلہ افراد نے قابوہ میں چھ اور دکان پر حملہ کر کے گیارہ افراد قتل کر دیا۔ قابوہ میں ایک طالب علم کے والد کے کوپنے مقاصد پورے کرنے میں ناکام قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ”مصر کو دشمن کا تحریر انسانی قوانین ۲۰۱۵ء کے موسم گرم میں ایسی نے مصر کے فوجداری قوانین کو پہنچنے کا مقصود پورے کرنے کا مقدمہ ادا کیا۔“ ان خیالات کا فراہم کرنے والی قابل عدالتون کی ضرورت ہے، ہم قاتلوں پر مقدمات چلانے میں دس یا پانچ برس ضائع نہیں کر سکتے، جب کسی کو موت کی مزاء انسانی جاتی ہے تو اس پر عمل بھی کیا جانا چاہیے، ہم قوانین میں تمیم کریں گے۔“ ان خیالات کا اظہار ایسی نے پیلک پر اسکو ٹھہرائیں براہم برکات کے جنائزے میں لفتگو کرتے ہوئے کیا۔ ہاشم کو رام و حماکے میں قتل کیا گیا تھا، جس کا الزام حکام نے اخوان اسلامون اور فلسطینی گروپ کیا۔ جس پر عائد کیا۔ ۲۰۱۶ء میں حکومت نے دعوی کیا کہ اخوان اسلامون کے ۱۲ کارکنان نے ہاشم کو قتل کرنے کا اعتراض کر دیا۔ اخوان اسلامون نے حکومتی الزام کی تردید کرتے ہوئے بیان دیا کہ تم ایک پرانی تنظیم ہیں۔ ہاشم برکات کے

میڈیا اور اے ہی معلومات کا اہم ذریعہ ہے۔ اس حوالے سے رائٹرز نے گزشتہ دس برس کے اخبارات کا جائزہ لیا، انسانی حقوق کے مصری اور عالمی مخفین سے بات چیت کی۔ ایک شخصی انتی شفیل کے اعداؤ شمار کا بھی جائزہ لیا، رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ ۲۰۱۷ء سے میں ۲۰۱۹ء تک کم از کم ۴۷۳۷ افراد کو چھانسی دی گئی۔ اس کے پر عکس ۲۰۱۸ء سے قبل کے چھ برسوں میں دس سے زائد افراد کو چھانسی دی گئی۔ اس کے ساتھ ہی فوجی عدالتون میں عام شہریوں کے خلاف چلائے جانے والے مقدمات کی تعداد میں بھی اضافہ ہو گیا ہے، جہاں فوجی بھروسے کے ذریعے بڑے پیالے پر عام شہریوں کو مزاء موت سنائی جاتی ہے اسی طبقہ کو سڑک کنارے بم دھماکے میں قتل کرنے کا الزام تھا۔ ابراہیم نے اپنی بے گناہی کی قسم بھی کھائی۔ اس کے خاندان کا کہنا ہے کہ ابراہیم کے وکیل کے پاس بم و حماکے کے اصل مجرموں کا اعتراض جرم بھی موجود ہے، لیکن وکیل کو گرفتار کر لیا گیا اور مختلف حکام نے اعتراض جرم نہیں دکھایا گیا ہے۔ ۲۰۱۹ء کے آغاز میں فوجی عدالت نے ابراہیم کو مجرم قرار دیتے ہوئے مزاء موت شادی۔ ابراہیم نے جیل سے اپنے الیکٹرانک خودکشہ، جس میں بم و حماکے میں ہلاک ایک طالب علم کے والد کے لیے پیغام بھی تھا۔ اس نے کہا ”سب جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے بیٹے کا خون نہیں کیا، میرے لیے دعا کیجیے گا، میں نے آپ کو معاف کر دیا۔“ ابراہیم کی ماں نے بتایا کہ جب وہ خط لکھ کچا تو اس کو چھانسی کے پھندے تک لے جایا گیا۔ ابراہیم کو ٹھوڑی ۲۰۱۸ء میں چھانسی دی گئی، چھانسی سے چند ماہ قبل اس کے وکیل کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ انسانی حقوق کی عرب تنظیم ”نیٹ ورک فارہیون رائٹس انفارمیشن“ کے مطابق ۲۰۱۸ء میں سیسی کے اقتدار سنبھالنے کے بعد سے مصر کی عدالتیں ۳۰٪ افزایش میں موت سنائی ہیں۔

اس کے مقابلے میں ایک شخصی انتی شفیل کے مطابق سیسی سے قبل کے چھ برسوں میں ۸۰٪ افزایش موت کی مزاء انسانی گئی۔ موت کی مزاء میں زیادہ تر ایک میں کا عدم قرار دے دی جاتی ہیں۔ کتنے لوگوں کو چھانسی دی گئی، مصدقہ اعداؤ شمار موجود نہیں ہیں، اس حوالے سے مصری سرکاری سٹی پر کچھ نہیں بتاتے۔ اخبارات اور حکومت کے تربیب سمجھے جانے والے

قتل نے حکومت کو جیران کر دیا تھا، وہ کئی دہائیوں بعد قتل ہونے والے اعلیٰ ترین حکومتی عہدے دار تھے۔ ہاشم کے قتل کے آیک ماہ بعد ہی حکومت نے اندازہ ہشت گردی کے لیے نیا قانون متعارف کروالیا، جس میں وہشت گرد تنظیم بنانے، اس کو منظم کرنے اور اس کی مالی معادفات کرنے کے مرتکب شخص کے لیے موت اور عمر قید کی سزا تجویز کی گئی۔

فوجی عدالتون کے خلاف قائم تنظیم کی شریک بانی مونا سیف کا کہنا ہے کہ ”اگرچہ پلک پر ایکیوٹر کے قتل سے پہلے ہی سزا موت پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا تھا لیکن ہاشم برکات کے قتل کے بعد اس رمحان میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔

۲۰۱۲ء کا آخر تھے آتے ہر ماہ لوگوں کو پھانسی دی جانے لگیں، اس طرح حکام نے عموم کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کی، حکام جو کچھ بھی کرتے ہیں مقامی اور مین الاقوامی سٹپر ان سے کوئی جواب طلب نہیں کی جاتی، تو پھر وہ ایسا کیوں نہ کریں۔“

۲۰۱۳ء میں حکومت نے قانون میں بیش ہوئے اور آسمان کی طرف اٹکیاں اٹھا کر دعا میں کرنے لگے۔ وہاں میڈیا بھی موجود تھا، اسی کے احمدال ڈیگری اور دیگر سات افراد کو چھانی دے دی۔ خاندان کے لوگ اور دوست چھانی کی خبر سننے کے بعد تاہرہ میں زین ہوم کے علاقوں میں بیش ہوئے اور آسمان کی طرف اٹکیاں اٹھا کر دعا میں کرنے لگے۔ وہاں میڈیا بھی موجود تھا، اسی کے احمدال ڈیگری کے والد مسلسل مرد خانے کے دروازے کی جانب گھور رہے تھے، ہمیشہ ٹھنڈیں میں لپٹیں ان کے بیٹے کی لاش ان کے سامنے رہیں پڑی تھیں، اسی ڈیگری کی بہن تریہ ہی بے چینی سے ٹھیں پڑی تھیں، اس کو تسلیاں دے رہے تھے، ایک تسلی سے ٹھیں پڑی تھیں، لوگ اس کو تسلیاں دے رہے تھے، ایک تسلی سے ٹھیں پڑی تھیں۔“پریشان نہ ہوتا اسے ضرور دیکھوگی۔“ کسی بھی فرد کے خاندان کو چھانی سے قبل آگاہ نہیں کیا گیا تھا، جو مصر کے قوانین کی خلاف ورزی ہے۔ سزا موت اسے پانے والے لوگوں کو چھانی سے ایک دن قبل خاندان سے ملنے کا قانونی حق حاصل ہے۔ عدالتی و رائج کا کہنا ہے کہ حکام کو خود شہر ہے کہ ملنے کی اجازت دیئے پر قیدی خاندان کے لوگوں کے ذریعے کوئی پیغام بھیج سکتا ہے۔ مرد خانے میں کام کرنے والے پولیس افسر نے بتایا کہ ”حکام سیکورٹی و جہات کی بانپر چھانی سے قبل خاندان کے لوگوں کو آگاہ نہیں کرتے، ہم لوگوں کو چھانی کی تاریخ نہیں بتاتے، کیوں کہ وہ سزا پر عمل سے قبل خود کشی کر سکتے ہیں، یہاں ہر قانون پر عمل نہیں ہوتا، کبھی ریاست پاپلیسی ہے، جو آپ اور مجھ سے بڑ کرے گے۔“ اسی ڈیگری کے خاندان نے ان کو ایک برس سے نہیں دیکھا تھا۔ ان کی والدہ نے آبدیہ ہو جیسے تھے۔

”میرے بیٹے کو بھلی کے چھکلے دیے گئے، تشدد کیا گیا، فیا بھیس کا فرد جیسا ڈیگر کا طالب علم احمدال ڈیگری بھی بھی شامل تھا، ان کو سکیں تک رسائی دیے بنا حرast میں رکھا گیا۔ احمدخوان اسلامون کے حمایتی تھے۔ احمد کی والدہ غدرہ محمد کا کہنا ہے کہ ”جیسا کہ ”ہمیں اپنی کے چھکلے دیے گئے، تشدد کیا گیا، فیا بھیس کا مریض ہونے کے باوجود ان کو دوادیں سے محروم کر دیا گیا، میرے بیٹے کا واحد قصوری تھا کہ وہ تاہرہ میں برکات کا پڑ دی تھا۔“ ہر حال آزاد رائج سے ان باتوں کی تصدیق نہیں کرائی جائی۔ برکات کے قتل کے ایک تاریک سرگفتار کی جانب بڑھ رہا ہے۔

ال ڈیگری جزوی قابو ہے میں موجود بدنام زمانہ تو راجیل میں قید مقدسے کی سماعت کے دوران بھری عدالت میں گواہی دی کر

پاکستانی معیشت۔ ایک جائزہ

ہمایوں اقبال شامی

ہے کہ صرف وہی چیز ملک میں نہیں ہے جو کہ درآمد نہ ہو سکے۔ اس امپورٹڈ ٹکٹر نے معیشت کا ستیا ناس کر دیا ہے۔ افسوس کہ معاملات کو معاشی کے بجائے سیاسی طور پر لیا جا رہا ہے۔ آئین ایف کی شراطی بھی کڑی ہیں۔

اگر ہم معاشی بحران کا تجویز کریں تو مسئلہ صرف یہ وہی ادائیگیوں کا تھا جس کے لیے ہمیں ڈال رکار تھے۔ ملک میں ڈال کی کوئی کمی نہیں۔ دراصل ڈال کے بڑھنے کو بنیاد بنا کر لوگوں نے اپنی بچت روپے کے بجائے ڈال میں کتنا شروع کر دی ہے۔ آج ملک میں کم میں کم بھی، بچپن ارب ڈال اس طرح خرید کر گھروں اور لاکروں میں رکھے گئے ہیں اگر خواوم کوتا جائیں جائے کہ ڈال رکار نے والا ہے تو یہ تمام ڈال مارکیٹ میں آجائیں گے۔ حکومت اگر ڈال رکار بیٹھ فحش کر دیتی تو ہبہت بہتر ہوتا۔ اس وقت ڈال رکی صحیح شرح ۱۲۰ روپے ہونا چاہیے۔ اگر اسے ۱۲۰ روپے مقرر کیا جاتا تاکہ کوئی شخص مارکیٹ سے ڈال خرید نہیں سکتا تو گھروں میں رکھے ہوئے ۲۰ رارب ڈال مارکیٹ میں آجائے جن کو حکومت خرید سکتی تھی۔ عام آدمی کو ڈال رکی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ چند ایمروگ ڈال مارکیٹ سے خرید کر یہ وہن ملک جائیدادیں خریدتے ہیں جس کا خیازہ پوری قوم بھکتی ہے۔ صرف اس طبقے کو بچانے کے لیے ڈال کو مارکیٹ کے رحم و کرم پر چھوٹا نابدنی ہے۔ اب تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فری ڈال مارکیٹ دراصل منی الاغر بگ کا ذریعہ بھی ہے۔ غیر ضروری درآمدات کو بند کر کے اور ڈال کو فحش کر کے حکومت معاشی بحران پر اب بھی قابو پا سکتی ہے۔ اگر ہم نے آئین ایف سے قرضہ لے کر ان کی شراطی پر عمل کیا تو اس کا منظر تیجہ نکل گا۔ یہ نکلے اس سے ملک کی جی ڈی پی کی مزیدگری کوئی ہے۔ سرمایہ کاری ختم ہو جائے گی۔ قیمتیں بہت بڑھ جائیں گی۔ اس طرح لوگوں میں بھی بے چینی بڑھے گی۔ ڈال کی قیمت بڑھنے سے ہمارے یہ وہی قرضوں میں فائدہ اضافہ ہو چکا ہے۔ اب ہمیں ہر سال بجٹ میں یہ وہی قرضوں کی ادائیگی کے لیے ۵۰ فیصد زیادہ رقم رکھنی پڑے گی۔ اس طرح بجٹ خسارہ مزید ۵۰ فیصد کرنی کم کرنے کے باوجود ہماری برآمدات صرف دو فیصد ہے۔ کرنی میں کمی سے برآمدات میں اضافہ ضروری نہیں۔ یہ ایک Circle Vicious ہے جو کہ ملک کے لیے اپنائی تھیں۔ وہ ہے۔ کرنی میں کمی سے برآمدات میں اضافہ ضروری نہیں۔ فیصد کرنی کم کرنے کے باوجود ہماری برآمدات صرف دو فیصد بڑھ سکتیں۔ اگر درآمدات میں کمی درکار ہے تو ان پر دیے ہی پابندی لگادی جائے یا اس پر ہبہت زیادہ درآمدی ڈیوٹی لگادی جائے۔ اس طرح ہمارے لیکس میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

برسر اقتدار ہے وہی حکومت نے معاشی مسائل کو بہت سمجھی گی۔ ملے کرنے کی کوشش کی۔ اس عرصے میں ترقی کی شرح بڑھ ۲۰۰۲ء میں جی ڈی پی میں ۵۵ فیصد اضافہ رکارڈ کیا گیا۔ افسوس کا اس کے بعد پھر جی ڈی پی گرتا شروع ہو گئی۔ روپے کی قدر کم کر دی گئی۔ یہ سلسہ آج تک جاری ہے۔

اگر ہم ماضی ترتیب کا جائزہ لیں تو بہت مایوس ہوئی ہے۔ آج پاکستان معاشی بحران کا شکار ہو چکا ہے۔ روپیہ اپنی قدر کھو رہا ہے۔ برآمدات میں اضافہ نہ ہونے کے بر امداد ہے۔

معیشت سست روپی کا شکار ہے اور لیکم آدمی میں بھی کمی دیکھی گئی ہے۔ جب موجودہ حکومت برسر اقتدار آئی تو اسے سب سے بڑا مسئلہ ادائیگیوں کے خسارہ کا درپیش تھا۔ سائبنة حکومت نے برآمدات پر کوئی توجہ نہ دی جو کہ ۲۰۱۳ء کے بعد مسلسل گری ہے۔ ۲۰۱۳ء میں ہماری برآمدات ۲۵ رارب ڈال تھیں جو کہ ۲۰۰۶ء میں کم ہو کر صرف ۲۱ رارب ڈال رہ گئی۔ اس طرح بجایے اس کے کہ برآمدات پر حصیں وہ کم ہو گئیں۔

اگر ہماری برآمدات صرف ۵ فیصد سالانہ کے حساب سے پر حصیں تو ۲۰۱۸ء تک یہ کم از کم ۵۵ رارب ڈال ہوئی چاہیے تھیں۔ اس طرح ہم خسارے کے بجائے منافع میں ہوتے۔ اس وقت ہماری یہ وہی سالانہ ادائیگیاں ۲۰ رارب ڈال ہیں جبکہ یہ وہن ملک سے ملنے والی تسبیلات ۲۰ رارب ڈال ہیں۔

نئی حکومت کو صرف یہ وہی ادائیگیوں کے مسئلے سے نہ مٹھا تھا جس کو عمل کرنے کے وظیریت تھے۔ یا تو برآمدات کو برہمیا جائے یا اور آمدات کو کم کیا جائے۔ پاکستان کا سب سے بڑا خسارہ چین کے ساتھ ہے جو کہ تقریباً ۱۲۰ رارب ڈال کا ہے۔ اگر چین کے ساتھ باقاعدہ مذاکرات کیے جاتے کہ وہ پاکستان سے اتنی

ہی مقدار میں درآمدات کرے جائیں تو آمدات ہیں تو مسئلہ حل ہو سکتا تھا۔ دوسری صورت میں تمام غیر ضروری درآمدات پر پابندی لگادی جاتی اس طرح پاکستان اس درآمدات میں کم از کم ۵۰ فیصد کی رکھنے کی رکھنے کا لیٹھ سکت، پہنچے اور نہ جانے آپ کو فرنچیز، ہاتھ نال نفر جا لیٹھ سکت، پہنچے اور نہ جانے کیا کیا غیر ضروری اشیاء درآمد شدہ ملی ہیں۔ اگر ان کو بند کر دیا جائے تو نہ صرف زرماں کی بچت ہو گی بلکہ ملک میں بھی ان کی بیداری زیست ہے گی۔ اس طرح ہماری جی ڈی پی میں اضافہ ہو گا۔ ایوب خان کے دور میں کوئی ایسی شے یہ وہن ملک سے

درآمد نہیں ہوتی تھی جو کہ ملک میں ملتی ہے۔ آج صورت حال یہ

پاکستان کی معیشت ہمیشہ دو جزر کا شکار رہی ہے۔ گوکر پاکستان کو درستے میں بچپن کچھ صرف چند ادارے ملے گئیں اس وقت ایک قابل انتظامیہ موجود تھی جس کی بدولت ۱۹۵۰ء تک پاکستانی معیشت ایک مستحکم درجہ اختیار کر چکی تھی۔ کوریا کی جنگ میں پاکستانی کپاس، بہت سن سے خوب زرمادہ حاصل ہوا۔ لیکن ملکی معیشت میں تبدیلی ۱۹۵۸ء کے بعد آئی۔ پاکستان کا دوسر پانچ سالہ منصوبہ ۱۹۴۷ء میں ختم ہوا۔ اس وقت پاکستانی معیشت کو ترقی پذیر ممالک کے لیے ایک ماذل کی حیثیت حاصل تھی۔ ولڈ بینک کے مطابق اس وقت جو مالک کی پہلی دنیا (ترقی یا فتح ممالک) کا درجہ حاصل کر سکتے تھے، ان میں پاکستان بھی شامل تھا۔ ۱۹۴۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد معیشت میں خرابی پیدا ہوئی لیکن جلد ہی اس پر قابو پالیا گیا اور ۱۹۴۸ء تک ترقی کی شرح دوبارہ سات فیصد سے زیادہ ہو گئی۔ اس کے بعد حالات خراب ہو ناشروع ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں جب نئی حکومت برسر اقتدار آئی تو اس نے ملک میں بہت سی اصلاحات نافذ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کا درعمل ملتی ہوا۔ بڑی صنعتوں کو قومیا گیا۔ اس طرح پاکستان میں موجود کئی ایک بڑے صنعت کاروں کو ملک چھوٹا ناپڑا۔ اس عمل سے ملک میں صنعتوں کی ترقی کی شرح بہت کم ہو گئی اور اس کا اثر عمومی قومی بیدار پر بھی پڑا۔ روپیہ کی قدر کم کرنے کی وجہ سے مہنگائی میں اضافہ ہوا۔ البتہ بہت سے لوگوں کو لوثقہ و مغلی جانے کا موقع ملا۔ اس طرح ملک میں مصنوعی خوشحالی نظر آئی۔

۱۹۸۰ء کے عشرے میں ملک میں یہی استحکام رہا، اس لیے دوبارہ ترقی کی شرح بڑھنے لگی، یعنی انغان بحران کی وجہ سے ملک میں اندر وطنی بحران پیدا ہوتا رہا۔ ۱۹۸۸ء کے بعد سے آنے والی حکومتوں نے پائیدار ترقی کے بجائے قائم اقدامات سے عوام کو خوش رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی بھی پاکستانی معیشت مستحکم نہ ہو گئی۔ ڈال کے مقابلے میں روپے کی قیمت کو مسلسل کم کیا جاتا رہا۔ ملک میں ڈیم نہ بنائے گے اور سختی بھلی نہ مل سکی۔ ملک آئی پی بیز کے چھل میں پھنس گیا، جس کی وجہ سے نہ صرف تو نائی مہنگی ہوئی بلکہ گردشی قرضہ بھی بروحتا رہا۔ نائن الیون کے بعد پاکستان پر بننے والوں اپنے دنیا یا پہنچنے ہوئے بلکہ بہتر ہوئیں۔